الغزالی ڈاٹ آرگ سے شائع ہونے والا برقی ماھنامہ

أفکارِ قاسمی

ماہنامہ مجلہ "افکارِ قاسمی" شعبان المعظم 1435ھ

- ماہ رجب المرجب کی فضیلت
- حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کے حالات زندگی
- بانی درس نظامی ملا نظام الدین کے والد ماجد ملا قطب الدین سہالویؒ
- ائمہ مساجد کے لیے چند راہنما اصول

اور دیگر دلچسپ مضامین

www.algazali.org

اراکین مجلہ ''افکارِ قاسمیرح''

WEBSITE: www.algazali.org

E-MAIL: qasmimag@gmail.com

فہرست مضامین

مضمون پڑھنے کے لیے عنوان پر کلک کریں۔

فہرست عنوانات کے صفحہ پر جانے کے لیے کلک کریں۔

کلامِ اہل اللہ

محب الامت عارف باللہ حضرت اقدس شاہ محمد اہل اللہ دامت فیوضہم

پیش کش: احمد قاسمي

الحمد للہ محبی و مربی و مخدومی عالی قدر شیخ من حضرت اقدس شاہ محمد اہل اللہ صاحب دامت برکاتہم خلیفہ و مجاز حضرت اقدس شاہ مولانا محمد مسیح اللہ خان جلال آبادیؒ کے تحریر کردہ سنہری اشعار جسے کلام اہل اللہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اس میں ایسی روشنی ہے کہ سننے والے کیلئے معرفتِ الٰہیہ کی راہ کشادہ ہوتی چلی جاتی ہے اور جو محظوظ ہوتا ہے وہ اپنے نفس کی غلامی کی زنجیروں کو توڑ کر اپنے رب سے بندگی اختیار کرنیکی راہ پر گامزن ہو جاتا ہے۔ (حافظ زین العابدین میسوریؒ)

ساقی تو میکدہ میں بڑا ظلم کردیا
ساقی تو میکدہ میں بڑا ظلم کردیا
وحدت کا جام پلا کے بڑا مست کردیا
وحدت میں کثرت کے جلوے
کثرت میں وحدت کے جلوے
کوئی کہہ رہا ہے خدا میرے دل میں
نظر آرہا ہے خدا ہر نظر میں
خدا ہے شجر میں خدا ہے حجر میں

فہرست عنوانات کے صفحہ پر جانے کے لیے کلک کریں۔

خدا ہے سفر میں خدا ہے حضر میں
وہ ہے سب میں سب میں
وہ ہے سب میں سب میں
اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ
اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ



مراسلہ: حمّاد رفیع

آپ صلی اللہ علی وسلم رجب المرجب کا چاند دیکھ کر یہ دعا پڑھتے تھے؛

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ، عَنْ زَائِدَةَ بْنِ أَبِي الرُّقَادِ، عَنْ زِيَادٍ النُّمَيْرِيِّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ رَجَبٌ، قَالَ:

اللهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي رَجَبٍ وَشَعْبَانَ، وَبَارِكْ لَنَا فِي رَمَضَانَ.

وَكَانَ يَقُولُ: لَيْلَةُ الْجُمُعَةِ غَرَّاءُ، وَيَوْمُهَا أَزْهَرُ.

(مسند أحمد، رقم ٢٣٤٦)

فہرست عنوانات کے صفحہ پر جانے کے لیے کلک کریں۔

ماہ رجب المرجب کی فضیلت

محمد داؤد الرحمن علي

اسلامی مہینوں میں ساتواں مہینہ رجب المرجب کا ہے۔ لفظ رجب اسم مشتق ہے۔ اس کا اشتقاق تَرجِیبُ سے ہے عربی میں ترجیب کا معنیٰ تعظیم کا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اِنّه لَیُرجبُ فِیه خَیرٌ کَثِیرٌ لِشَعبَانَ."

.ماہ رجب میں شعبان کے لیے خیر کثیر کی تیاری کی جاتی ہے۔

بعض حضرات کا قول ہے۔ کہ ترجیب کا معنیٰ ہے اللہ رب العزت کے ذکر کی تکرار، اور اللہ رب العزت کی عظمت کا اظہار۔ ماہ رجب میں فرشتے تسبیح، اور تقدیس کی کثرت کرتے ہیں ماہ رجب کو " شہر رَجم " بھی کہا جاتا ہے۔ یعنی شیاطین کو سنگسار کر دینے کا مہینہ تاکہ مومنین کو دُکھ نہ دے سکیں۔

مروی ہے کہ جب ماہ رجب المرجب کا چاند نظر آیا تو جمعہ کے دن امیر المؤمنین سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے ممبر پر چڑھ کر خطبہ ارشاد فرمایا:

اے لوگو سنو! یہ اللہ کا مہینہ ہے۔ یہی زکوٰۃ دینے کا مہینہ ہے۔ جس پر قرض ہو وہ قرض ادا کر کے باقی بچی ہوئی رقم سے اُسے زکوۃ ادا کرنی چاہیئے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی خطبہ میں "اصم" کا لفظ ارشاد فرمایا اس کی وجہ لکھتے ہوئے ابن انباریؒ نے فرمایا عرب آپس میں ہمیشہ لڑتے رہتے تھے۔ جب ماہ رجب المرجب کا چاند نظر آتا تو عرب ہتھیار رکھ دیتے تھے۔ نہ ہتھیاروں کی کھٹ کھٹ سنائی دیتی تھی اور نہ ہی نیزوں کی جھنکار۔ اگر کوئی شخص اپنے باپ کے قاتل کو تلاش کرنے نکلتا اگر وہ ماہ رجب المرجب میں مِل جاتا۔ تو اُسے کچھ نہ کہتا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اِس نے اُس قاتل کو دیکھا ہی نہ ہو اور نہ ہی اُس کی خبر پائی ہو۔

فہرست عنوانات کے صفحہ پر جانے کے لیے کلک کریں۔

بعض لوگوں نے "اصم" کہنے کی یہ وجہ بیان کی ہے کی کسی قوم پر اِس مہینہ میں اللہ کا غضب نازل ہونے کی کوئی خبر نہیں سُنی گئی۔ گزشتہ اقوام پر باقی تمام مہینوں میں اللہ کا عذاب آیا ہے۔ مگر ماہ رجب المرجب میں اللہ پاک نے کسی قوم کو عذاب میں مبتلا نہیں کیا۔(غنیتہ الطالبین)

ماہ رجب المرجب میں ہی اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو کشتی میں سوار ہونے کا حکم دیا کشتی حضرت نوح علیہ السلام اور آپ کے ساتھیوں کو لیکر چھ ماہ تک تیرتی رہی۔ حضرت ابراہیم نخعی کا قول ہے۔ماہ رجب المرجب میں اللہ رب العزت نے حضرت نوح علیہ السلام کو کشتی میں سوار ہونے کا حکم دیا تھا۔ اللہ رب العزت نے آپ علیہ السلام اور آپ کے ساتھیوں کو طوفان سے محفوظ رکھا، اور زمین کو شرک و ظلم سے پاک کیا۔ حضرت ابو حازم از سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

> " ماہ رجب المرجب حرمت کے مہینوں میں سے ایک مہینہ ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے کشتی میں روزے رکھے تھے، اور ساتھیوں کو بھی روزے رکھنے کا حکم دیا تھا۔ اللہ رب العزت نے اُن کو بچالیا۔ اور ڈوبنے سے محفوظ رکھااور طوفان کے ذریعہ سے زمین کو کفر و معصیت سے پاک کیا۔"(غنیہ الطالبین)

امام ہتبہ رحمہ اللہ نے اسناد کے براویت یونس از حسن رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا:

> " جس نے رجب کا ایک روزہ رکھا اُس کے ایک روزہ کو تیس سال کے روزوں کے مساوی قرار دیا جائیگا۔"(غنیتہ الطالبین ۲۶۱)

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ ماہ رجب اللہ کا مہینہ ہے۔ جو شخص کسی مومن کی سختی دور کرے گا اللہ رب العزت اس کو جنت الفردوس میں ایک محل عطا کرے گا۔(غنیتہ الطالبین ۲۶۳)

فہرست عنوانات کے صفحہ پر جانے کے لیے کلک کریں۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ فرماتے ہیں کہ ہم سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"رجب اللہ کا مہینہ ہے، شعبان میرا مہینہ ہے، اور رمضان میری اُمت کا مہینہ ہے۔"

موسیٰ بن عمرانؒ کہتے ہیں کہ میں نے خود سُنا حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرمارہے تھے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

" جنت میں ایک دریا ہے جس کو" رجب" کہا جاتا ہے۔ اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے۔ جو رجب کا ایک روزہ رکھے گا'

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ جنت میں ایک محل ہے۔ جس میں ماہ رجب المرجب کے روزہ داروں کے علاوہ کوئی نہیں جائے گا۔

کہا جاتا ہے۔ ماہ رجب المرجب مغفرت کے لیے مخصوص ہے، اور شعبان شفاعت کے لیے، رمضان نیکیاں ڈبل کرنے کے لیے اور شب قدر رحمت نازل کرنے کے لیے اور عرفہ کا دن دین کو کامل بنانے کے لیے ہے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے خود رسول اللہ صلہ اللہ وسلم سے سُنا۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمارہے تھے۔ جس نے ماہ رجب المرجب کا ایک روزہ رکھا اُس نے گویا ہزار برس روزے رکھے اور ہزار غلام آزاد کیے۔ اور جس نے ماہ رجب میں کچھ خیرات کی گویا اُس نے ہزار دینار خیرات کئے۔ اللہ تعالیٰ اُس کے لیے بدن کے ہر بال کے مقابلہ میں ہزار نیکیاں لکھے گا، اور ہزار درجے بلند کرے گا۔ اور ہزار گناہ معاف فرمائے گا۔ اور ہر روز کے روزے اور ہر روز کی خیرات کے مقابلہ میں ہزار حج اور ہزار عمرہ لکھے گا۔ اور اسکے لیے جنت میں ہزار محل اور ہزار کمرے ہونگے۔ ہر کمرہ میں ہزار خیمے اور ہر خیمہ میں سورج سے ہزار مرتبہ بڑھ کر ہزار حوریں ہونگی۔(غنیتہ الطالبین ۲۶۵)

فہرست عنوانات کے صفحہ پر جانے کے لیے کلک کریں۔

اللہ رب العزت ہمیں ماہ رجب المرجب کی قدر کی توفیق عطا فرمائے۔ اور نیکیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یارب العلمین

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے حالات زندگی

مدیرالتحریر کے قلم سے

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ ۶ ذی قعدہ ۱۲۴۴ھ کو گنگوہ ضلع سہارنپور میں پیدا ہوئے۔ آپؒ کے والد محترم کا نام حضرت مولانا ہدایت احمد بن قاضی پیر بخش ہے۔ آپؒ کا سلسلہ نصب حضرت ابو ایوب انصای رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا ملتا ہے۔

آپؒ نے ابتدائی تعلیم گنگوہ میں حاصل کی۔ عربی اور فارسی کی تعلیم حضرت مولانا عنایت صاحبؒ اور حضرت مولانا محمد تقیؒ سے حاصل کی بعد ازاں آپؒ نے ۱۲۶۱ھ میں مزید علم حاصل کرنے دہلی کا سفر کیا۔ قاضی احمد الدینؒ سے پنجابی کی چند کتابیں پڑھیں۔ اور اُسی سال ہی مولانا مملوک علیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور علوم دینیہ کو دلجمعی کے ساتھ پڑھنا شروع کیا۔ آپؒ سے قبل حجتہ السلام حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ حضرت مولانا مملوک علی صاحبؒ کے ہاں پہنچ چکے تھے۔

کچھ دنوں بعد یہ دونوں شمس و قمر ایک ساتھ ہوگئے اور تاحیات ایک دوسرے کے ساتھ رہے۔ حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کافی عرصہ تک حضرت مولانا مملوک علیؒ صاحب سے علوم دینیہ حاصل کرتے رہے۔ ذہانت کے لحاظ سے یہ دونوں شخصیات دہلی میں مشہور تھیں، تمام اساتذہ اکرام خاص کر مولانا مملوک علیؒ صاحب ان حضرات سے خاص محبت فرماتے تھے۔ اگر طبیعت ناساز ہوتی تو حضرت مولانا مملوک علیؒ ان حضرات کی عیادت فرماتے اور قیام گاہ پر جا کر سبق پڑھایا کرتے تھے۔

فہرست عنوانات کے صفحہ پر جانے کے لیے کلک کریں۔

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے علوم دینیہ کی تکمیل حضرت شاہ عبد الغنی محدث دہلویؒ کے پاس کی۔ اس کے بعد آپ گنگوہ واپس تشریف لے گئے۔ آپؒ کا نکاح آپؒ کے بڑے ماموں اور استاد حضرت مولانا محمد تقیؒ کی صاحبزادی سے ہوا۔ آپؒ نے حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکیؒ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ آٹھویں دن حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکیؒ نے فرمایا: میاں رشید احمد جو نعمت حق تعالیٰ نے مجھے عطا کی تھی وہ آپ کو عطا کر دی ہے۔ آئندہ اس کو بڑھانا آپ کا کام ہے۔

جب بیالیس دن حضرت حاجی امداللہ مہاجر مکیؒ کی خدمت میں مکمل ہوئے تو آپؒ نے گنگوہ واپس جانے کی اجازت طلب کی۔ حضرت حاجی صاحبؒ نے گنگوہ جانے کی اجازت دے دی۔ آپؒ کو گنگوہ رخصت کرتے ہوئے آپؒ کے مرشد حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکیؒ نے خلافت اور اجازت بیعت درج ذیل الفاظ میں فرمائی:

"اگر تم سے کوئی بیعت کی درخواست کرے تو کر لینا"۔

اس نعمت کو پا کر حضرت گنگوہیؒ واپس گنگوہ تشریف لائے۔ شاہ عبد القدوس گنگوہیؒ کی خانقاہ کو آباد کیا جو کافی عرصہ سے ویران پڑی تھی۔ حاجی امداداللہ مہاجر مکیؒ فرمایا کرتے تھے:

"جو آدمی اس فقیر امداداللہ سے محبت و عقیدت رکھتا ہے وہ مولوی محمد قاسم سلمہ اور مولوی رشید احمد سلمہ کو جو تمام کمالات علوم ظاہر اور باطنی کے جامع ہیں۔ بجائے میرے بلکہ مجھ سے بڑھ کر شمار کرے۔ اِن کی صحبت غنیمت جاننی چاہیئے اِس زمانہ میں اسے لوگ نایاب ہیں"۔ (ضیاء القلوب)

ایک اور جگہ حضرت حاجی امداللہ مہاجر مکیؒ فرماتے ہیں:

اگر حق تعالیٰ مجھ سے دریافت کرے گا کہ امداداللہ کیا لیکر آیا ہے تو میں "مولوی قاسم اور مولوی رشید" کو پیش کر کے کہوں گا یہ لیکر حاضر ہوا ہوں۔ (تذکرۃ الرشید)

۱۸۵۷ء کی جنگ کے بعد حکومت برطانیہ نے حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکیؒ، حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ، اور حضرت

فہرست عنوانات کے صفحہ پر جانے کے لیے کلک کریں۔

مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ کے نام گرفتاری کا وارنٹ جاری کر دیا۔ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ مکہ مکرمہ ہجرت فرما گئے۔ حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ روپوش ہو گئے۔ ایک مخبر کی وجہ سے آپؒ کو گرفتار کر لیا گیا۔ جب آپؒ کے خلاف حکومت وقت کو کوئی ثبوت نہ ملا تو بالاخر آپ کو رہا کر دیا گیا۔ اللہ رب العزت نے آپؒ سے مزید دین کا کام لینا تھا حکومت وقت آپؒ کا بال تک بیگانہ کر سکی۔

آپؒ نے تین حج ادا کیے، اور تمام عمر دین کی خدمت میں مصروف رہے۔ فتاویٰ رشیدیہ آپؒ کا علمی شاہکار ہے۔ اس کے علاوہ آپؒ نے مختلف کتابیں تصنیف فرمائیں۔ ہزاروں علماء اور مشائخ نے آپؒ سے علم کا فیض حاصل کیا۔

آخرکار علم و عمل کا یہ آفتاب ۹ جمادی الثانیہ ۱۳۲۳ھ بمطابق ۱۱ اگست ۱۹۰۵ کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے غروب ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

فہرست عنوانات کے صفحہ پر جانے کے لیے کلک کریں۔

علماء اہلحدیث رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا احسان وسلوک

محمد عقيل قريشي

حضرت مولانا سید نذیر حسین دہلویؒ اور احسان وسلوک:

حضرت سید نذیر حسین دہلویؒ ہندوستان کے صوبہ بہار میں واقع ایک گاؤں موضع "بلتھوا" میں ۱۸۰۵ میں پیدا ہوئے۔ آپکا تعلق سادات خاندان سے تھا۔ برصغیر پاک وہند میں آئمہ اربعہ سے امتیازی فقہ کا وجود قائم کرنے میں آپکا اہم اور بنیادی کردار ہے۔ آپکے مسلک ومشرب سے منسوب لوگوں کی پہچان " مسلک اہلحدیث، وہابی یا غیر مقلدین" کے نام سے کی جاتی ہے۔ آپکے مسلک کے پیروکاور اس عہد میں اپنا امتیاز " سلفی" نام سے بھی قائم کرتے ہیں۔

آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سید جواد علی سے حاصل کی۔ قرآن مجید اور کتب حدیث میں مشکوٰۃ شریف آپ نے صوبہ بہار کے دار لحکومت پٹنہ (عظیم آباد) کے محلہ تموہیاں میں شاہ محمد حسین صاحب کے مدرسہ سے حاصل کی، پٹنہ میں ہی آپکو امام الصوفیاء ومجاھدین سید شاہ محمد اسماعیل شہیدؒ کا واعظ سننے کی سعادت حاصل ہوئی اس واعظ کے متعلق آپ خود فرماتے ہیں:۔

"ہم اس واعظ میں شریک تھے، سارا "لین" کا میدان آدمیوں سے بھرا ہوا تھا۔
پہلی ملاقات سید صاحبؒ اور مولانا شہیدؒ سے یہی پٹنہ میں ہوئی تھی"۔(الحیات بعد المات ص ۲٦)

مولانا محمد اسحاق بھٹی فرماتے ہیں:۔

" معلوم ہوتا ہے سید صاحب اور مولانا شہیدؒ کی اس محبت اور واعظ کی برکت سے

میاں صاحبؒ کے دل میں دہلی جانے اور وہاں سے تعلیم حاصل کرنے کا خیال پیدا ہوا۔
میں صاحب کا عازم دہلی ہونے کا اصل مقصد حضرت شاہ عبد العزیزؒ کے حضور زانوئے
شاگردی تہ کرنا تھا۔'' (تفصیل دیکھیے تذکرہ مولانا غلام رسول قلعویؒ ص)

یہ واقعہ ۱۸۱۲ء کا ہے اس وقت شاہ عبد العزیز مسند شاہ ولی اللہؒ پر متمکن تھے۔شاہ عبد العزیزؒ مفسر و محدث اور اپنے وقت کے صوفیاء کاملین میں سے تھے، آپکے ہاں تصوف و سلوک کی تربیت کا وہ سلسلہ جاری و ساری تھا، جو شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور انکے پیش رو سے چلا آرہا تھا۔

حضرت سید نذیر حسین اپنے زمانے کے عظیم صوفی و مجاہد شاہ اسماعیل شہیدؒ کے واعظ سے متاثر ہو کر تحصیل علم کیلئے ۱۸۲۲ء کو دہلی روانہ ہوئے۔غازی پور مولانا محمد علی چڑیا کوٹی کے درس سے مستفید ہوئے۔ آپؒ نے پٹنہ سے دہلی کا سفر چھ ماہ میں طے کیا۔اور مختلف جگہوں سے تحصیل علم کرتے ہوئے ۱۸۲۸ء کو دہلی پہنچے۔آپکی آمد سے تقریباً چار برس قبل ۵ جنوری ۱۸۲۴ء کو حضرت شاہ عبد العزیز وفات پا چکے تھے۔ حضرت سید نذیر حسین دہلویؒ نے پنجابی کٹڑہ کی مسجد میں سے تھے، آپکے ہاں تصوف و سلوک کی تربیت کا وہ سلسلہ جاری و ساری تھا، جو شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور انکے پیش رو سے چلا آرہا تھا۔

حضرت سید نذیر حسین اپنے زمانے کے عظیم صوفی و مجاہد شاہ اسماعیل شہیدؒ کے واعظ سے متاثر ہو کر تحصیل علم کیلئے ۱۸۲۲ء کو دہلی روانہ ہوئے۔غازی پور مولانا محمد علی چڑیا کوٹی کے درس سے مستفید ہوئے۔ آپؒ نے پٹنہ سے دہلی کا سفر چھ ماہ میں طے کیا۔اور مختلف جگہوں سے تحصیل علم کرتے ہوئے ۱۸۲۸ء کو دہلی پہنچے۔آپکی آمد سے تقریباً چار برس قبل ۵ جنوری ۱۸۲۴ء کو حضرت شاہ عبد العزیز وفات پا چکے تھے۔ حضرت سید نذیر حسین دہلویؒ نے پنجابی کٹڑہ کی مسجد اورنگ آباد میں تحصیل علم کا آغاز کیا، اور مختلف حضرات سے مختلف علوم و فنون کی درسی کتب پڑھیں۔ حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ کی وفات کے بعد انکی مند پر انکے لائق ترین نواسے حضرت شاہ اسحاقؒ متمکن تھے۔ حضرت سید نذیر حسین نے ان سے صحاح ستہ کی تکمیل کی، اور ان سے سند و اجازت حاصل کی۔ آپکو صحیح بخاری اور صحیح مسلم پڑھنے کا شرف مولانا عبد الخالق صاحب سے بھی

فہرست عنوانات کے صفحہ پر جانے کے لیے کلک کریں۔

حاصل ہوا۔

۱۸۳۳ء میں آپکی شادی آپکے رفیق ترین استاد مولانا عبد الخالق صاحب کی صاحبزادی سے ہوئی۔ یہ انکے دہلی تشریف لانے کے چار سال بعد ۱۸۳۲ء کا واقعہ ہے۔اس شادی کے کفیل خود شاہ اسحاقؒ اوربرادر صغیر شاہ یعقوبؒ تھے۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد حضرت سید نذیر حسین دہلویؒ نے مسند درس کو زینت بخشی۔ آپکا علم حدیث پڑھانے کا اسلوب کچھ ایسا تھا، کہ آپکی شہرت ہندوستان سے نکل کر اقطار عالم میں پھیل گئی۔ہندوستان کے علاوہ کئی ممالک کے طلبہ ءنے آپ سے کتب حدیث پڑھی۔۱۸۶۳ء میں آپکو برٹش گورنمنٹ نے مقدمہ بغاوت میں گرفتار کرلیا۔بعد ازاں ایک سال کے بعد آپکی بے گناہی ثابت ہونے پر آپکو رہائی ملی۔ ۱۳۰۰ھ کو آپ حج کے لئے تشریف لے گئے اور وہاں بھی آپکو مخالفین کی جانب سے کافی تکالیف کا سامنا رہا۔۱۸۹۸ میں برٹش گورنمنٹ نے آپکو شمس العلماء کا خطاب دیا۔

حضرت سید نذیر حسین دہلوی کم وبیش ستر برس درسِ حدیث دیااور ۱۳ اکتوبر ۱۹۰۲ء کو وفات پائی۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آپؒ کی زندگی پر سب سے مستند کتاب "الحیات بعد المات" آپکے شاگرد مولانا فضل الدین بہاریؒ نے ۱۹۰۸ء میں تالیف فرمائی۔ آپکے تلامذہ آپکو شیخ الکلؒ، الکلؒ اور فی الکل جیسے لقب سے یاد کرتے ہیں۔

تعلق احسان وسلوک:

صاحب شمس العلماء لکھتے ہیں:۔

"جن حضرات نے میاں سید نذیر حسین دہلویؒ کے علمی فضل وکمال کی تصویریں دیکھی ہیں وہ شاید یہ جان کر حیران ہوں کہ میاں صاحبؒ نہایت بلند مقام رکھنے والے صوفی بھی تھے"۔(شمس العلماء)

مولانا فضل الدین بہاریؒ حضرت سید نذیر حسین دہلویؒ کے کمالات کا احاطہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔"کہ حضرت لکھتے ہیں:۔

"کہ حضرت کو جس نے دیکھا، وہ ایک خدارسیدہ عاشق مزاج صوفی اور سچا درویش یا پیر طریقت خیال کرنے پر مجبور ہے"۔

"صحیح بخاری وغیرہ کتب صحاح میں آپ جس وقت کتاب الرقاق اور نکات تصوف فرماتے تو خود کہتے، صاحبو ہم تو احیاء العلوم کو یہاں دیکھتے ہیں "۔(الحیات بعد الممات ص ۱۲۳)مولانا بہاریؒ مسمیریزم اور تصوف میں فرق کرتے ہوئے آپ کے حالات میں لکھتے ہیں:۔

"میاں صاحب کو اس مسمیریزم کی خبر بھی نہ ہوگئی، مگر تصوف نبوی ﷺ نے آپکو دلایا تھا کہ سب امور لاشئے ہیں، اسلام کو اس سے کسی طرح کا تعلق نہیں۔(ص ۱۴۲)ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:۔

"میاں صاحب کا علم شریعت وطریقت تو مسلمات قطعیہ یقینیہ سے تھا، نہ صرف ہندوستان بلکہ دنیائے اسلام جس پر شاہد ہے۔'(ص ۱۲۳)

اظہارِ عبودیت اور حسان و سلوک:

تصوف کا حصول کثرت ذکر ہے اور اسکا حاصل درجہ احسان ہے۔ مولانا بہاری فرماتے ہیں:۔

"طہارت کے بعد ہی عبادت ہے، اور طہارت ہے بھی عبادت کیلئے۔ جس نے آپکی اقتداء کی ہے، یا ساتھ نماز پڑھی ہے، یا پڑھتے ہوئے دیکھا ہے، اگر اسکے سینہ میں دل ہے، اور دل میں کچھ مذاق تصوف ہے، تو وہ سمجھ سکتا ہے کہ ایسی عبادت تطلع الی لجبروت کے نئے بلند مینار کا کام دے سکتی ہے۔ قرات میں خشیعت، مرعوبیت، گریہ تعدیل اور قرۃ العین یہ سب باتیں ایسی تھیں جس سے نعبد اللہ کا انک تراہ کے معنیٰ اچھی طرح سمجھ میں آجاتے تھے۔

غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عبادت کی مثال ٹھیک روح اور جسد کی مثال ہے۔ اسکے ظاہری صورت بمنزلہ جسد

کے ہے، اور کفیت قلبی بمنزلہ جسد کے ہے، اور کفیت روحانی عبادت (جسکو ہم بالفظ دیگر مراقبہ کہتے ہیں) کا پتہ بھی ہیت ظاہری سے اچھی طرح لگ جاتا ہے، جس کا نام اصطلاح میں خشوع و خصوع ہے"۔ (ایضاً ۱۲۵) آپکے ذوق عبادت، گریہ تعدیل ارکان جس کو مولانا بہاریؒ نے تطلع الجبروت کا نام دیا ہے، آپ نے یہ درجہ احسان مسلک اہلحدیث کے مشہور صوفی حضرت سید عبد اللہ غزنویؒ سے حاصل کیا تھا۔ اور حضرت سید عبد اللہ غزنویؒ علم حدیث میں آپکے شاگرد بھی ہیں۔ اور یہ ممکن ہے کہ آپ نے سید عبد اللہ سے باقاعدہ تصوف و سلوک کی تربیت بھی حاصل کی ہو کیونکہ آپ خود فرماتے ہیں:۔

"عبد اللہ نے مجھ سے حدیث پڑھی اور میں نے عبد اللہ سے نماز سیکھی"

مولانا محی الدین احمد قصوری فرماتے ہیں کہ مجھے اپنے بزرگوں سے یہ بھی معلوم ہوا ہے جن کو خود میاں صاحبؒ سے شرف تلمذ حاصل تھا کہ میاں صاحبؒ فرمایا کرتے تھے:۔

"مولوی عبد اللہ نے حدیث ہم سے پڑھ گیا اور نماز پڑھنی ہمیں سیکھا گیا" (حضرت مولانا داؤد غزنویؒ ص ۱۴) قارئین! ایک شیخ الحدیث کا یہ اعتراف حقیقت میں اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ علم تصوف وسلوک کے بغیر حقیقی معنوں میں نماز بھی نصیب نہیں ہو سکتی۔ اللہ اکبر۔

شیخ الکل سید نذیر حسین دہلوی کا طریق السلوک:

" الحیات بعد المات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ میاں صاحبؒ کا طریق السلوک نقشبندیہ ہی تھا۔ مولانا فضل ا لدین بہاریؒ لکھتے ہیں:۔

" باوجودے کہ اپنے زمانے زمانہ کے طبقہ صوفیاء اکرام میں آپکو وہی درجہ حاصل تھا۔ جو معنیر علماء عظام میں تھا، مگر آپکو سوائے اتباع کے دور دراز باتوں کی طرف کبھی خیال نہ کرتے تھے، اور یہی طریقہ نقشبندیہ ہے۔

دوسری تعلیم صوفیاء کی مواظبت علی الطہارت ہے، جو زینہ ہے آئندہ کی ترقیات گوناگوں کی۔ ایک بجے رات کو آپ

فہرست عنوانات کے صفحہ پر جانے کے لیے کلک کریں۔

بیدار ہو جاتے، اور وضو کے بعد تہجد میں ساڑھے تین بجے شب تک مشغول رہتے، پھر اسکے بعد مسجد میں آکر اور مسجد کے صحن میں بیٹھ کر مراقبہ اور ذکر میں مصروف رہتے۔ اور مقامات کی نسبت اشعار نہایت ہی دردناک لہجہ میں پڑھتے۔"

قارئین کرام! اہل متصوفین اس بات کو اچھی طرح سمجھتے ہیں، کہ مراقبہ واذکار کیا ہیں، اور مقامات کی مناسبت اشعار کیا معنی رکھتے ہیں

عقیدت واحترام صوفیاء عظامؒ:۔

حضرت سید نذیر حسین دہلوی صوفیاء عظام سے بے حد عقیدت ومحبت اور احترام کیا کرتے تھے، خاص الخاص شیخ اکبر علامہ ابن عربیؒ سے تو بہت زیادہ عقیدت تھی۔ مولانا بہاریؒ لکھتے ہیں:۔

ابن عربیؒ سے عقیدت واحترام:

"طبقہ علماء اکرام میں شیخ محی الدین ابن عربیؒ کی بڑی تعظیم کرتے، اور خاتم الولایہ المحمدیہ فرماتے۔ اور بات بھی یہی ہے کہ علم ظاہر وباطن کی ایسی جامعیت ندرت سے خالی نہیں ہے۔ مولانا قاضی بشیر الدین قنوج علیہ الرحمۃ جو شیخ اکبر کے سخت مخالف تھے۔ ایک مرتبہ دہلی سے اس غرض تشریف لائے کہ انکے بارے میں میاں صاحبؒ سے مناظرہ کریں، اور دو مہنے دہلی میں رہے، اور روزانہ مجلس مناظرہ گرم رہی، مگر میاں صاحب اپنی عقیدت سابقہ سے جو شیخ اکبر کی نسبت رکھتے تھے، ایک تل کے برابر بھی پیچھے نہ ہٹے، آخر ممدوح جن کو میاں صاحب سے کمال عقیدت تھی، دو مہنے کے بعد واپس تشریف لے گئے۔

مولانا مغفور اکثر طلباء کو کتب درسیہ پڑھا کر حدیث پڑھنے کے لئے دہلی بھیج دیتے، چنانچہ پیشتر شاگرد مولانا مغفور کے

فہرست عنوانات کے صفحہ پر جانے کے لیے کلک کریں۔

میاں صاحبؒ کے بھی شاگرد ہیں۔ مگر چونکہ ان لوگوں کے خیالات شیخ اکبر کی طرف سے مولانا مغفور کے سینچے ہوئے تھے، ان میں بہت کم ایسے تھے جو شیخ اکبر کے ساتھ حسن ظن رکھتے ہوں۔

مولانا ابوالطیب محمد شمس الحق (جو مولانا مغفور کے تلمیذ خاص اور میاں صاحب کے شاگرد رشید ہیں) نے بھی میاں صاحب سے کئی دن متواتر شیخ اکبر کی نسبت بحث کی، اور فصوص الحکم شیخ اکبر پر اعتراض جمائے۔ میاں صاحب نے پہلے سمجھایا، مگر جب دیکھا کہ ابھی لا تسلم ہی کے کوچہ میں یہ ہیں تو فرمایا کہ:۔

"فتوحات مکیہ" آخری تصنیف شیخ اکبر کی ہے، اور اسی لیے اپنی سب تصانیف ماسبق کی یہ ناسخ ہے"

اس جملہ پر یہ بھی سمجھ گئے (الحیات بعد المات ص ۱۲۴، ۱۲۳)

مرزا مظہر جان جاناں سے عقیدت:

مرزا مظہر جانجاناں صوفیاء نقشبدیہ میں سے بلند ترین مراتب صوفی گزرے ہیں، قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ مصنف تفسیر مظہری آپ ہی کے شاگرد تھے۔ قاضی صاحبؒ نے اپنی شیخ کی عقیدت میں اپنی مایہ ناز تفسیر "تفسیر مظہری" رکھا۔

"حضرت سید نذیر حسین دہلویؒ کھانے کی تمیز کے خصوص میں حضرت مرزا جانجاناں علیہ الرحمۃ کی بہت تعریف کرتے، ایک حکایت بیان کی ہے کہ "عبدالاحد خان وزر نے ایک روز لوزیں نہایت اہتمام سے تیار کر کے میرزا مظہر جان جاناں قدس سرہ کی خدمت میں بھیجی، میرزا صاحب نے ایک لوزیں ذرا سا توڑ کر چبا کر تھوک دیا اور فرمایا" کیا بیلوں کی سانی بھیجی ہے"۔ (الحیات بعد لمات ۱۵۱)

خاندان شاہ ولی اللہؒ سے عقیدت و نسبت:

مولانا بہاریؒ فرماتے کہ:۔

" میاں صاحبؒ اپنے اساتذہ جناب مولانا شاہ ولی اللہؒ جناب مولانا شاہ عبد العزیزؒ

فہرست عنوانات کے صفحہ پر جانے کے لیے کلک کریں۔

،مولانا شاہ محمد اسحاق قدس سرہم اور انکے خاندان کا بہت ادب کرتے تھے، اکثر قرآن وحدیث کے ترجمے کے موقعہ پر فرماتے:۔

''مجھ سے اسکا مقراضی ترجمہ سنو جو ہمارے بزرگوں سے سینہ بسینہ چلا آتا ہے''

اور بیان مسائل میں بھی انہیں بزرگوں کے اقوال سے سند لاتے اور فرماتے'' ہمارے حضرت یوں فرماتے ہیں'' اس پر کوئی آزاد طبع طالب علم اگر کہہ دیتا حضرت کا کہنا سند نہیں ہو سکتا، جب تک قرآن وحدیث سے سند نہ دی جائے تو بہت خفا ہو کر فرماتے:۔

'' مردود کیا یہ حضرت گھس کٹے تھے، ایسی ہی اڑان گھائی اڑاتے تھے''۔

مولانا بہاریؒ مزید لکھتے ہیں:۔

'' یوں تو خاندان ولی اللّٰہی کے ساتھ نہایت ہی شغف تھا، اور نسبت بھی نہایت زبر دست رکھتے تھے، مگر شاہ ولی اللہؒ اور مولانا اسماعیل شہیدؒ کی نسبت اکثر فرمایا کرتے تھے کہ:۔

''میں ان دادا پوتوں کا قائل ہوں جو صرف قرآن و حدیث سے استنباط مسائل کرتے، اور اپنی رائے پر اعتماد رکھتے تھے۔ زید و عمر کسی مصنف سے یا عالم کی پیروی نہیں کرتے۔ انکی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ فیضان الٰہی جوش مار رہا ہے''۔

جناب شاہ عبدلعزیز صاحبؒ کے بارے میں فرماتے:۔

'' افسوس ہے کہ زمانہ شباب ہی میں آپکی بصارت جاتی رہی، ورنہ ذہانت تو اس بلا کی تھی کہ اس حالت میں بھی زمین و آسمان کے قلابے ملا دیتے تھے''۔ (ایضاص ۱۶۶ تا ۱۶۸)

مولانا شاہ رفیع الدین قدس اللہ سرہٗ کے ایک صاحبزادے تھے، جو خورجہ میں رہتے تھے ہر چند علم کی درسگاہ ان میں

فہرست عنوانات کے صفحہ پر جانے کے لیے کلک کریں۔

بہت کم تھی، مگر دہلی اکثر آتے، اور میاں صاحب سے ملاقات کرتے۔ مولانا بہاریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ وہ مسجد میں داخل ہوتے تو میاں صاحب انکے استقبال کیلئے کھڑے ہو جاتے (ایضاص ۱۶۳)

سید عبد اللہ غزنویؒ اور دیگر صوفیاء اہلحدیث سے تعلق و تکریم:۔ عبد اللہ غزنوی اور مولانا غلام رسول قلعویؒ اور حافظ محمد لکھویؒ مسلک اہلحدیث کے اوّلیں حضرات میں شمار کیے جاتے ہیں، یہ حضرات اس پائے کے لوگ تھے، کہ جن جگہوں سے گزرے یا قیام کیا تو بستیوں کی بستیاں شرک وبدعت سے پاک کی۔ اور بے شمار مخلوق خدا کیلئے ہدایت کا موجب بنے۔ اسکی وجہ بھی یہی تھی کہ یہ حضرات علم ظاہر وباطن میں کامل واکمل تھے۔ زبردست روحانی توجہ کے مالک تھے۔

علم حدیث کی سند ان صوفیاء ثلاثہ نے حضرت سید نذیر حسین دہلویؒ سے حاصل کی۔ حضرت سید نذیر حسین دہلویؒ سے علم حدیث حاصل کرنے کا فیصلہ بھی سید عبد اللہ غزنویؒ کے ایک الہام پر کیا گیا تھا۔ اس واقعہ کی تصیل کچھ یوں ہے کہ اللہ کہ ولیوں کا رنگ بھی عجیب ہوتا ہے، بعض اولیاء اللہ قوت باطنی اور کشف و مشاھدہ کی بدولت اپنے ہم مزاج کو فوری پہچان لیتے ہیں، بلکہ حلال و حرام حتی کہ موضوع اور صیح حدیث کی پرکھ بھی حدیث مبارکہ کے انوارات کی وجہ سے کر لیتے ہیں، واقعہ سیر سوانح کی کتب کچھ اسطرح ملتا ہے کہ:۔

> "جب مولانا سید عبد اللہ غزنویؒ اور مولانا غلام رسول قلعویؒ "کوٹھ" سے واپسی پر گجرات کے قریب پہنچے تو حضرت سید عبد اللہ غزنویؒ نے فرمایا" مجھے یہاں ایک مجذوب کی خوشبو آتی ہے جو ملنے کے قابل ہے"

سید عبد اللہ غزنوی بہت تیز کشف ومشاھدات کے مالک تھے، اکثر فیصلے کشف والہام کی بنیاد پر کیا کرتے تھے اور وہ عموماً درست ثابت ہوتے تھے۔

> "رستے میں ہی دونوں حضرات نے ارادہ حدیث پڑھنے کا بھی کر لیا تھا، اور یہ بھی قصد کیا تھا کہ دہلی جا کر حدیث پڑھی جائے۔ سو اسی خیال کو دل میں لئے ہوئے مجذوب کی

فہرست عنوانات کے صفحہ پر جانے کے لیے کلک کریں۔

طرف روانہ ہوئے، تاکہ اس سے دریافت کر لیں کہ حدیث کا علم کہاں سے پڑھیں، اس مجذوب بزرگ کا نام جگنو شاہ تھا۔ جب آپ اس کی طرف روانہ ہوئے، تو وہ اپنے حاشیہ نشینوں سے کہنے لگا، دیکھو دو شخص محمدی ﷺ نمونہ صحابہ اکرام چلے آرہے ہیں، مجھے کوئی کپڑا پہنا دو، اور ان دونوں کے لئے فرش کرو، جب آپ اس بزرگ کے قریب پہنچے، تو سائیں جگنو شاہ نے اٹھ کر استقبال کیا اور بٹھا لیا، دہلی کی طرف اشارہ کر کے کہا، جنت اس طرف ہے۔

یہ سن کر اس کے پاس کے لوگ بھی حیران تھے، کہ یہ کبھی کسی مخاطب نہیں ہوا ہے، آج ہوش و ہوا اس کی باتیں کرتا ہے، جب حضرت سید عبد اللہ صاحبؒ اور مولانا غلام رسول واپس آنے لگے، تو کہنے لگے کہ لباس دیکھ کر بھول نہ جانا، وہ شخص مسکین صورت ہے، اور اسکا نام سید نذیر حسین دہلویؒ ہے اس سے پڑھنا۔ یہ سن کر ان کو تسلی ہو گئی۔ پھر وہاں سے چل کر قلعہ میاں سنگھ پہنچے اور آتے ہی مولوی صاحب عبد اللہ صاحبؒ نے فرمایا کہ مجھ کو اللہ کی طرف سے معلوم ہوا ہے کہ چند ماہ ٹھہر کر پڑھنے کو جاؤں"۔ (سوانح حیات مولانا غلام رسول قلعویؒ ص ۵۲)

اسطرح کے مجذوب لوگوں کے متعلق معاشرے میں طرح طرح کی باتیں پائی جاتی ہیں۔ بعض ان کو بڑا کامل و اکمل سمجھتے ہیں، اور بعض انکی ہین و تنقیص کرتے ہیں، لیکن ضروری ہے کہ مجذوب کی پہچان کے لئے ان لوگوں سے رائے لی جائے، جو علم ظاہر و باطن میں کامل اکمل ہیں۔ صاحب دلائل السلوک فرماتے ہیں:

" مجذوب سالک ظاہراً متبع شریعت نہیں ہوتا، اسکے قوی باطنی جل چکے ہوتے ہیں، اسکی مثال ایسی ہے جیسے کسی نابینا کو یا بینا کو اسکی آنکھوں پر پٹی باندھ کر موٹر میں بٹھا کر پشاور سے لاہور لے جائیں، پھر اس سے راستے کی تفصیلات یا نشان راہ پوچھے جائیں تو وہ کچھ

فہرست عنوانات کے صفحہ پر جانے کے لیے کلک کریں۔

نہ بتاسکے گا۔

اس لئے مجذوب سالک سے کسی کو فیض نہیں مل سکتا، کیونکہ وہ راستہ سے واقف نہیں ہوتا، مگر سالک المجذوب منازل منازل طے کر کے جاتا ہے، اسے رستے کی تفصیل معلوم ہوتی ہیں، یہ منازل بہت اونچے ہیں، مگر عوام جہلا تو ہر مجنون اور پاگل کو مجذوب ہی خیال کرتے ہیں، اور کامل واکمل سمجھتے ہیں۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ اس سے بعد عجیب باتیں صادر ہوتی ہیں۔

حالانکہ ایسی باتیں مجنون سے صادر ہو سکتی ہیں، کیونکہ اسے یکسوئی حاصل ہوتی ہے۔ ایسے آدمی کے متعلق احتیاط لازم ہے، نہ تو اسے برا کہا جائے نہ ولی سمجھ لیا جائے۔ قرآن کریم نے اصول بتایا ہے۔

ولاتقف ماليس لك به علم.

اس لئے ہر مجذوب نما آدمی کے بارے میں توقف مطابق قرآن ہو گا۔ اگر عارفین میں سے کوئی صاحب نظر بتادے کہ وہ بدکار ہے، تو مردود سمجھا جائے گا۔ کامل اکمل سمجھ تصور کر کے شریعت کی توہین نہ کی جائے۔ (ص ۸۰)

کنزالطالبین میں ہے:۔

"(مجذوب ہونا) کمزوری کی دلیل ہے، کوئی نبی مجذوب نہیں ہوا۔ اگر یہ کمال ہوتا، تو انبیاء کو ملتا۔ ہاں جو سالک جس قدر طاقتور ہو گا۔ اسکی زندگی حال دل کیساتھ اسی قدر عام انسانوں کی زندگی ہو گی۔ یہ مشکل کام ہے، اور یہ طاقت انبیاء کو عطا ہوتی ہے، جبھی تو ہر آدمی انکی اطاعت کا مکلف ہے۔ کہ انکی زندگی کا طریقہ بہت ہی عام سا ہوتا ہے، مشکل زندگی نہیں ہوتی"۔ (ص ۲۲)

مجذوب کے متعلق مسلک اہلحدیث کے مشہور ولی اللہ مولانا غلام رسول قلعویؒ فرماتے ہیں:۔

"مجذوب بھی مقبول ہوتا ہے، مگر سالک کا درجہ نہیں رکھتا، کیونکہ سالک شرع کا مکلف ہوتا ہے، اور ہر وقت طالب رضا ہے۔ مجذوب کو بجز استغراق اور جذب کچھ حاصل نہیں ہوتا، سالک کل درجات طے کر کے اعلیٰ درجہ حاصل کرتا ہے۔ لیکن مجذوب جزئیات سے واقف نہیں ہوتا۔ (سوانح حیات مولانا غلام رسول قلعویؒ ص ۱۵۵)

دہلی جانے سے پیشتر سید عبد اللہ غزنوی خواب بھی دیکھا تھا، جس میں حضرت سید نذیر حسین دہلویؒ سے علم حدیث حاصل کرنے کی طرف اشارہ تھا۔ اللہ کی شان دیکھیے کہ وہ اپنے بندوں کو ضائع نہیں ہونے دیتا، اور کیسے کیسے رہنمائی فرماتا ہے۔ کیونکہ اسکا وعدہ ہے۔ یھدی الیہ مینیب۔ تبرکاً وہ خواب بھی یہاں نقل کر دیتا ہوں۔ فرماتے ہیں:۔

" یعنی میں نے دیکھا کہ میں ایک سیڑھیوں والے مکان کے نیچے اترا ہوں اسکے صحن میں پہنچا ہوں تو ایک چراغ جل رہا تھا۔ اس وقتی بغل میں کتاب صحیح بخاری تھی۔ چراغ کے سامنے بیٹھ کر میں نے یہ کتاب کھولی تو دیکھتا ہوں کہ کتاب شروع سے آخر تک سیاہ ہو گئی۔

، اور اس پر قدر دھوئیں کی تہہ جمی ہوئی ہے کہ حرف نظر نہیں آتے۔ بالآخر میں نے رومال پکڑا اور صفحہ اوّل سے کتاب صاف کرنا شروع کی، اور ایک ایک صفحہ صاف کرتا ہوا، آخر کتاب کے قریب پہنچ گیا۔ کچھ اوراق ابھی باقی تھے، بہت خراب تھے، ٹھنڈی آہ بھر کر میں نے کہاں، اللہ اکبر۔ میں نے کتنی تکالیف برداشت کی ہے۔ اس خواب میں مجھے اپنا چہرہ نظر آ رہا تھا، اور میں دیکھ رہا تھا کہ کتاب کی گرد میرے دانتوں پر نمودار ہوئی ہے۔

اس خواب کی تعبیر کے لئے میں حیران تھا کہ اچانک دہلی کا سفر پیش آیا، اور یہ وہ شہر تھا جو ہمارے شہروں کی نسبت بہت نشیب میں ہے۔ وہاں خاتم المحدثین شیخ سیّد نذیر حسین دہلویؒ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور ان سے کتاب صحیح بخاری پڑھنی شروع کی، اسی اثناء میں دہلی ۱۸۵۷ء کا ہنگامہ شروع ہو گیا، شدید ہنگامے کے دوران میں، جب کے ہر شخص کو اپنی جان کا خطرہ تھا، میں صحیح بخاری پڑھنے میں مشغول تھا۔

فہرست عنوانات کے صفحہ پر جانے کے لیے کلک کریں۔

پھر صورتحال یہ پیدا ہو گئی کہ اس ملک پر انگریز غالب آ گئے، اور باشندگان دہلی ادھر ادھر منتشر ہو گئے۔ ان دنوں کتاب صحیح بخاری ختم ہونے کے قریب تھی، مگر اہل شہر کے انتشار اور پراگندگی کی وجہ سے میرے اور سید نذیر حسین دہلویؒ کے درمیان بھی جدائی ہو گئی، اور کتاب پوری پڑھی نہ جا سکی۔ میرے اس خواب کی تعبیر یہ تھی کہ "زیر خانہ" سے مراد شہر دہلی تھا۔ "چراغ روشن" سید نذیر حسین دہلویؒ تھے"۔

ان صوفیاء ثلاثہ نے دہلی کا سفر کیسے کیا، اور سید نذیر حسین دہلویؒ کی نظر میں ان حضرات کا کیا مقام اور رتبہ تھا، اسکا کچھ اندازہ اس واقعہ سے ہوتا ہے۔ ان اصحاب ثلاثہ کا دہلی کا سفر مولانا محی الدین احمد قصوری اس طرح بیان فرماتے ہیں:۔

"شیخ عبد اللہ غزنوی کے روابط مولانا غلام رسولؒ قلعہ والوں اور حافظ محمد صاحب لکھوکی والوں کیساتھ بہت بڑھ گئے تھے، اور تینوں بزرگوں نے فیصلہ کیا کہ حدیث کی سند حضرت میاں نذیر حسین دہلویؒ سے لی جائے، چنانچہ تینوں نے لکھ کر حضرت میاں صاحب سے اجازت مانگی۔ اور اجازت ملنے پر فوراً روانہ ہو گئے۔

اس وقت تک ابھی ریل جاری نہیں ہوئی تھی، لوگ گاڑیوں کے اڈہ پر پڑاؤ ہوتے ہوئے دہلی پہنچتے تھے۔ جس وقت تینوں بزرگ دہلی گاڑیوں کے اڈہ پر پہنچے، تو ایک بزرگ آدمی کو موجود پایا، جس نے ان سے پوچھ کر کہ کہاں کا مقصد ہے، انکا سباب اٹھا لیا اور کہا میں آپ لوگوں کو وہاں پہنچا دوں گا۔ وہ بزرگ ان تینوں بزرگوں کا سامان اٹھا کر میاں سید نذیر حسین دہلویؒ کی مسجد میں لے گیا، انکا اسباب وہاں رکھا، اور خود غائب ہو گیا۔ یہ حیران کے اس مزدور نے پیسے بھی نہیں لئے، اور کہاں چلا گیا۔ جب کافی وقت گزر گیا، تو انہوں نے کسی صاحب سے دریافت کیا کہ میاں صاحب کہاں ہیں، اور کب آئے گے، تو اسنے جواب دیا کہ یہ میاں صاحب ہی تھے، جو آپکا سامان لائے ہیں۔

فہرست عنوانات کے صفحہ پر جانے کے لیے کلک کریں۔

اب وہ غالباً گھر تمھارے کھانے کا کہنے گئے ہونگے۔ یہ تینوں بزرگ دل ہی دل میں بڑے نادم ہوئے، چنانچہ جب حضرت میاں صاحبؒ واپس تشریف لائے، اور کھانا بھی لے آئے، تو انہوں نے بہت معذرت شروع کی، تو میاں صاحب نے فرمایا، آپ تحصیل حدیث کے لئے تشریف لائے ہیں، تو حدیث بجز اسکے کیا ہے کہ خدمت خلق۔ پہلی حدیث کا پہلا سبق ہے“۔

حضرت سید عبد اللہ غزنویؒ نے نہ صرف خود بلکہ آپ کی نسبی اولاد نے بھی میاں صاحب سے علم احادیث میں سند وا جازت حاصل کی، خود سید عبد اللہ غزنویؒ کو اپنی زندگی میں اس بات کی بشارت مل گئی تھی، فرماتے ہیں:۔

”میں نے خواب دیکھا ہمارے شیخ محترم سید نذیر حسین دہلویؒ کے دہن مبارک سے شریں شربت کا چشمہ جاری ہے، اور وہ شربت میرے دونوں ہاتھوں پر گر رہا ہے، اور میں اسے پی رہا ہوں، جسکا مطلب یہ ہے کہ اس شربت کا چشمہ ہمارے شیخ کا دہن مبارک ہے۔ میرے دونوں ہاتھ اسکے جاری ہونے کی جگہ اور اسکا مدخل میرا منہ ہے، میں اس خواب کی تعبیر میں حیران تھا۔ کہ اتفاق سے میرا بیٹا عبد الجبار شیخ مذکورہ کی خدمت میں پہنچا، اور ان سے اس نے علم حدیث کی تحصیل کی۔ تو گویا وہ چشمہ شریں علم حدیث ہے، جو ان احباب سے جاری ہوا اور میرے فرزند کا ان سے علم حدیث حاصل کرنا، میرا اس چشمہ شریں سے شربت پینا ہے اس لیے میرا مذکورہ فرزند میرا ہی ایک حصہ ہے۔ اور میری باقیات صالح سے ہو گا“۔ (۱)

---

(۱) سید عبد اللہ غزنوی اور سید نذیر حسین دہلوی کے درمیان بہت محبت وعقیدت تھی، اس لیے میں صاحب فرمایا کرتے تھے:۔

”ہزاروں شاگردوں میں بس دو عبد اللہ ملے جو اپنی نظیر آپ تھے، ایک عبد اللہ غزنوی اور دوسرے عبد اللہ غازی پوری“۔ اھ۔ (الحیات بعد الممات ص ۵۳۰ مزید فقہائے ہند جلد دوم ص ۱۸۰)

سید عبد اللہ غزنوی اور میاں سید نذیر حسینؒ کے درمیان تا حیات گہرے روابط رہے۔جب سید عبد اللہ غزنویؒ نے دار فانی سے کوچ فرمایا تو میاں صاحب کے تعزیتی خط کا تذکرہ الحیات بعد المات میں یوں ملتا ہے:۔

"مولانا عبد اللہ قدس سرہ چونکہ متشرع صوفی تھی انکی تعزیت میں خط انکے بیٹوں کو لکھا وہ یہ ہے:۔

از عاجز محمد سید نذیر حسین بامطالعہ گرامی مولوی عبد اللہ، مولوی احمد، مولوی عبد الجبار سلمہم اللہ تعالیٰ بالخیر۔بعد ازاسلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ واضح باد کہ از خبر انتقال جامع خیر وبرکات موجب تاسف والم کمال روداد انا للہ وانا الیہ راجعون۔اللھم اغفرلہ وارحم وادخلہ جنت الفردوس داعبد اللہ فنافی اللہ شد از جناب باریش تسلیم باد

چشمہ فی کرامت شان اورونق افزا چشمہ تکریم باد

الرحم الراحمین آں صاحبان رابر جادہ شریعت بمیراث پدری فائز کناد وا یں عاجز وبدعا عافیت

دارین شما بدر گاہ کبریا مستدعی می باشد قبول فرمایند زیادہ سلام خیر الختام"[۱]

مکتوب میں دئے گئے اشعار کے متعلق مولانا بہاری فرماتے ہیں:۔

"یقینی طور پر یہ بات نہیں کہی جاسکتی کہ آپ شعر بھی کہتے تھے، مگر حضرت عبد اللہ غزنوی کی تعزیت پر جو خط انکے صاحبزادوں کے نام بھیجا تھا،اس میں غالباً یہ قلم برداشتہ تھا۔"[۲]

قارئین!صوفیاء عظام پر اللہ کی کس قدر خصوصی رحمت ہوتی ہے۔ حضرت میاں صاحبؒ حافظ محمد لکھویؒ کی ذہانت

(۱) الحیات بعد المات ص ۱۷٦۔

(۲) الحیات بعد المات ص ۱۹۱۔

اور قابلیت کے بے حد مداح تھے۔ فرمایا کرتے تھے:۔

> میرے حلقہ درس میں ایک طالب علم حافظ محمد پنجابی ہے، جو میرے منہ سے بات نکلنے سے پہلے ہی سمجھ جاتا ہے۔ قوت حافظہ کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ جو کتاب دیکھ لیتے، اسکے حوالہ جات اور صفحوں کے صفحے عبارتیں زبانی یاد ہو جاتی۔ اس بناء پر حضرت میاں صاحب ازراہ تفنن طبع آپکو مہتمم کتب خانہ کے لقب سے یاد فرمایا کرتے تھے۔"
>
> ۱۳۱۹ھ میں مولانا حافظ عبد المنان محدث وزیرآبادی حضرت مولانا شیخ الکل سید نذیر حسین محدث دہلویؒ سے ملاقات کیلیئے دہلی تشریف لے گئے۔ حافظ عبد المنان صاحبؒ میاں صاحبؒ کے پاس السلام علیکم کہہ کر بیٹھ گئے، اور میاں صاحب کی خدمت میں عرض کی کہ مجھے پہچانا ہے، میاں صاحب نے فرمایا، ہاں پہچان لیا ہے،، تم عبد المنان وزیر آبادی ہو، اسکے بعد میاں صاحب نے حافظ عبد المنان سے فرمایا:۔
>
> "عبد الجبار غزنویؒ، حافظ محمد لکھویؒ اور تم پنجاب میں توحید و سنت کی اشاعت کر کے میرے دل کو ٹھنڈک پہنچائی ہے، اور مجھے اللہ کی جانب سے امید ہو گئی ہے کہ وہ مجھے نجات دے گا"۔(ص)[1]

قارئین! سید نذیر حسین دہلویؒ جیسی عظیم اقامت لوگوں کا ان صوفیاء کے کاموں سے خوش ہونا، اور اپنے لئے توشہ آخرت قرار دینا کوئی معمولی بات معمولی بات نہیں۔

شیخ الکل سید نذیر حسین دہلویؒ اور بیعت وارشاد:

مولانا غلام رسول قلعوی اور سید عبد اللہؒ غزنوی علم حدیث میں شیخ الکل سید نذیر حسین دہلویؒ سے فیض یافتہ تھے۔

---

(۱) (الحیات بعد الممات ص ۵۳۰ مزید فقہائے ہند جلد دوم ص ۱۸۰)۔

فہرست عنوانات کے صفحہ پر جانے کے لیے کلک کریں۔

حضرت سید نذیر حسین دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کی مبارک سوانح سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض لوگ آپ سے اقتباسِ علم کے بعد سید عبد اللہ غزنویؒ سے بیعت ہوا کرتے تھے اس ضمن میں ایک واقعہ بھی ملتا ہے کہ:

”مولوی شاہ ممتاز الحق صاحب مرحوم صاحب جب حضرت مولانا عبد اللہ صاحب غزنوی کے حضور میں بغرضِ بیعت وارشاد حاضر ہوئے تو عبد اللہ صاحب نے فرمایا کہ تم دہلی جاکر وہاں رہو اور شرفِ صحبت شیخ سے مستفید ہوکر ان سے اجازت لیکر یہاں آؤ، چانچہ ایسا ہی ہوا، وہ دہلی آئے اور یہاں بہت دنوں تک رہیے، پھر جب میاں صاحب کے خط کے ساتھ امرتسر پہنچے، تب عبد اللہ صاحب نے ان سے بیعت لی اور مسترشدین میں اپنے داخل کیا“۔ (الحیات بعد الممات ص ۱۳)

مولانا فضل الدین بہاری جو کے شیخ الکل سید نذیر حسین دہلوی کے شاگر درشید تھے، اورآپ کے ساتھ سفر وحضر میں رہے، آپ نے شیخ الکلؒ کی سوانح حیات ” الحیات بعد الممات“ میں بیعت اور اقسام بیعت پر تفصیلی روشنی ڈالی ہے، جو کہ کئی صفحات پر مشتمل ہے، پھر بیعتِ تصوف سلوک کو مشروع ثابت کرکے حضرت میاں سید نذیر حسین دہلوی کے متعلق لکھتے ہیں:

”حضرات ناظرین جب آپ شریعت وطریقت کی حقیقت پڑھ چکے ہیں، تو اب ہم کو یہ دکھانا ہے کہ ہمارے میاں صاحب کیسے بیعت لیتے تھے، سوائے بیعت خلافت اور بیعت جہاد، بیعت ثبات فی القتال، بیعت ہجرت کے آپ باقی جملہ اقسام بیعت میں سے مناسب حال بیعت مریدوں سے لیتے تھے، مولوی ابو محمد حفاظت اللہ امرتسری آپکے سفر بنگالہ تشریف فرماہوئے تو ہم اورآپکے پوتے حافظ عبد اللہ السلام اور حاجی محمد حسین صاحب ساکن میرٹھ آپکے ہمراہ تھے۔ جس راز آپ بمقام دیپ کنڈ رونق افراز تھے آپکی

شہرت سن کر اس قدر لوگ جھک پڑے، جنکی گنتی ناممکن تھی،سب کے سب نے آپ سے شرف بیعت حاصل کیا۔

ایک صاحب اپنی بیعت کی کفیت لکھتے ہیں کہ رحیم آباد میں بعد المغرب ہم میاں صاحب کے حضور بیعت کیلئے حاضر ہوئے اس وقت تین چار آدمی قریب بیٹھے ہوئے تھے،لیٹے،لیٹے اپنے دائیں ہاتھ سے میرے دائیں ہاتھ کو پکڑا،سورہ احزاب کے پانچویں رکوع کو ان المسلمین والمسلمات سے اجراً عظیما۔تک تلاوت فرما کر انکے معنی اور مطالب بووضاحت تمام سمجھاتے رہے،اسکے بعد فرمایا اگر تم ان سب اعمال کے ہمیشہ عامل رہو گے تو میں تمھاری گواہی دوں گا،ورنہ میں کہاں اور تم کہاں۔"(الحیات بعد لمات س ۴۶)

سفر پنجاب میں لوگوں نے آپکے دست مبارک پر بیعت کی،مداہنت سے آپکو سخت نفرت تھی،مریدوں اور طلبہ کو اکثر اسکی نصحیت کرتے،کوئی شاگرد اگر اپنا ارادہ بیعت کا ظاہر کرتا تو فرماتے کہ "تم شاگرد ہی کافی ہو" اسکے بعد اگر اصرار کرتا توپ بیعت لے لیتے،جس مجمع میں آپ کسی سے بیعت لیتے تقریباً جملہ حاضرین شریک بیعت ہوجاتے (الحیات ص۱۴۸)

سید نذیر حسین دہلویؒ کے اساتذہ کا تعلق تصوف:

سید نذیر حسین دہلویؒ نہ صرف خود صوفی تھے،بلکہ آپ کی تعلیم و تربیت بھی اپنے وقت کے عظیم صوفیاء کے ہاتھوں ہوئی۔حیات الشیخ السید میاں نذیر حسین دہلویؒ میں ملتا ہے کہ:۔آپ کے اولیں استاد شاہ محمد حسینؒ بن شاہ محمد صغر ۱۲۰۳ ۹۸، ۱۸۸۸میں پیدا ہوئے،انہوں نے ابتدائی تعلیم اپنے چچا شاہ کریم سے حاصل کی،اور ان سے بیعت بھی کی،بعد میں اپنے مرشد کی اجازت سید احمد کے ہاتھ پر بیعت کی،انکی شادی دیورہ (ضلع گیا) کے غلام مجتبی کی دختر دسے ہوئی،اس شادی کے ذریعہ وہ بھاگلپور کے مشہور و معروف بزرگ ملا شہباز کے خاندان سے بھی مربوط ہوگئے،وہ سید احمد کے اولین خلفا میں سے تھے۔

دوسری آپ کی مشہور درسگاہ شاہ محمد اسحاقؒ سے زانو تلمذ کرنا تھا۔

فہرست عنوانات کے صفحہ پر جانے کے لیے کلک کریں۔

حیات شاہ محمد اسحاق میں ہے کہ:

"شاہ محمد اسحاقؒ شاہ عبد العزیزؒ کے نواسے تھے، شاہ اسحاق نواسوں میں سب سے بڑے تھے، اس لیے وہ انہیں بہت چاہتے تھی اور بیٹے کی طرح سمجھتے تھے، اور انکی پروش اپنے گھر میں ہی کر رہے تھے اس لیے علوم ظاہری سے آراستہ کرنے کیساتھ ساتھ انکی تربیت باطن کا خصوصی اہتمام فرماتے ہونگے۔ شاہ محمد اسحاق فطرتاًو حلفاً سعید وصالح تھے، ستھرا و مصفی دینی و اخلاقی ماحول ملا۔ شاہ عبد لقادر اور شاہ عبد لعزیز جیسے یگانہ روزگار مربی ومزکی ملے، سوچا جا سکتا ہے کہ دینے والوں میں کیا کمی ہو گیا ور لینے والے نے لینے میں کیا کوتاہی کی ہو گئی، دینے والوں کی دریا دلی بہت کچھ بلکہ سب کچھ دے کر بھی مطمئن نہیں ہوئی ہو گی، اور لینے والے کی جوع وطلب ہر جرعہ پر دوچند ہو جاتی ہو گی"۔

(حیات شاہ محمد اسحاق ص ۲۴)

ارواح ثلاثہ میں ہے شاہ عبد لعزیزؒ نے شاہ عبد لقادرؒ سے فرمایا کہ میاں عبد لقادرؒ! اسحاق کی طرف توجہ کرنا، اسکا جواب شاہ عبد لقادر نے یہ دیا کہ حضرت! اسحاق کو ضرورت نہیں، وہ بلا ذکر و شغل بوجہ اپنی ریاضت ہی کے ان لوگوں سے بڑا ہوا ہے جو باقاعدہ سلوک طے کرتے ہیں، غرض شاہ صاحبؒ نے چند مرتبہ فرمایا، مگر شاہ عبد لقادرؒ نے ہر مرتبہ یہی جواب دیا۔ مقالات طریقت میں عبد الرحیم ضیاء کا بیان ہے کہ شاہ محمد اسحاق شاہ عبد لعزیزؒ سے طریقہ قادریہ میں بعیت تھے۔ قارئین! ان مختصر سے اقتباسات سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ سید نذیر حسین دہلوی کی تعلیم وتربیت میں تصوف واحسان سے کیا تعلق ہو گا۔

بانی درس نظامی ملا نظام الدینؒ کے والد ماجد ملا قطب الدین سہالویؒ

كليم احمد قاسمي

قسط۔۔۔۔۔۔۔۔۔اول

بہت کم علماء طلباء کے علم میں یہ بات ہوگی کہ ایشیا کے زیادہ تر مدارس اسلامیہ میں رائج نصاب "درس نظامی" کے بانی ملا نظام الدین سہالوی ابن ملا قطب الدین سہالوی ہندوستان کے صوبہ اتر پردیش ضلع بارہ بنکی کے ایک قصبہ سہال سے تعلق رکھتے تھے۔ ایک مدت سے خاندان شہید قطب کے حالات وواقعات کی جستجو تھی۔اللہ کے فضل ہے کتاب" بانی درس نظامی "جو کمیاب ہے دستیاب ہوئی ہے۔کتاب ہذا سے پہلی قسط ہدیہ ناظرین ہے۔احمد قاسمی

"لٹا ہوا کنبہ جن کا مورث اور سرپرست، اشقیا کی اچانک یلغار میں اپنے گھر کے اندر گھر والوں کی نگاہوں کے سامنے شہید ہو چکا تھا جب دارالبوار سے مسکن عافیت کی طرف جارہا تھا تو اس میں ایک چودہ سالہ یتیم بھی تھا جو اپنے بڑے بھائی، والدہ اور چھوٹے بھائی اور بھتیجوں کے ساتھ ایسی سمت گامزن تھا جن کی منزل مقصود خواہ طے پاچکی ہو، لیکن اس ہجرت اور ترکِ وطن کا مستقبل دھندلے میں تھا۔

س یتیم کی، اس آوارہ وطن قافلہ میں اس سے زیادہ کیا اہمیت ہو سکتی تھی کہ ایک مضلوم خاندان کا ایک بچہ جس کا مستقبل پورے خاندان کے مستقبل کی طرح غیر واضح اور غیر یقینی ہے۔یہ لٹا ہوا کنبہ ملا قطب الدین شہید سہالوی کا تھا۔

فہرست عنوانات کے صفحہ پر جانے کے لیے کلک کریں۔

ملا قطب الدینؒ کی شہادت ۱۹ رجب ۱۱۰۳ھ (مطابق ۷ ۲ مارچ ۱۶۹۲ء) کو قصبہ سہالی ضلع بارہ بنکی میں اُس وقت ہوئی جب وہ طلوعِ آفتاب کے بعد اپنی محل سرا کے دیوان خانہ میں جو مدرسہ کہلاتا تھا، درس وتدریس کے لئے بیٹھے تھے، اور طلباء کی محدود تعداد اُس وقت تک حاضر ہو پائی تھی۔

''روزآنہ کے معمول کے مطابق ملا قطب الدینؒ فجر کی نماز اور وظائف سے فارغ ہو کر اپنے مدرسہ میں آئے اور حاضرِ خدمت فاضلین کو درس دینے میں مشغول ہوگئے، جب دو گھڑی دن گزر چکا تھا اچانک اسد اللہ جو آس پاس کے زمیندار ہیں، آئے اور ملا صاحب کے مکان کا محاصرہ کرلیا، چاروں طرف سے دیواروں میں نقب لگا کر گھر کے اندر گھس آئے، ملا صاحب کو "تبر" کا ایک زخم، گولی کا ایک زخم اور چہرے پر تلوار کے سات زخم پہنچائے اور ان کو شہید کرڈالا، زبدۃ الاولیاء بندگی شیخ نظام الدین ساکن امیٹھی کی اولاد میں شیخ غلام محمد اور سندیلہ کے شیخ عزت اللہ بھی جو فاتحۃ الفراغ پڑھنے کے لئے حاضر خدمت تھے، مذکورہ ظالموں کے ہاتھ شہید ہوئے، پرگنہ سہالی کے چودھری محمد آصف جو ملا صاحب کی مدد کیلئے ایک جماعت کے ساتھ آئے تھے اپنے ہمرائیوں سمیت شہید ہوئے، فدوی محمد سعید (فرزند دوم، ملا قطب الدین شہید) اور کچھ طلباء نیز پرگنہ سہالی کے قاضی عبد اللہ کے بھائی اور نائب فضل اللہ بھی اس ہنگامہ میں زخمی ہوئے''۔

ملا قطب الدینؒ کی شہادت کی یہ سب سے قدیم اور مستند روئیداد ہے اور یہ اس کا مختصر اقتباس ہے جو ملا قطب الدینؒ شہید کے فرزندوں نے تیار کیا تھا، اور جوار کے معززین نیز عمال شاہی کے تصدیقی دستخط اس پر لے کر اورنگ زہب عالمگیر کے سامنے پیش کیا تھا، اس محضر سے جو ہنوز موجود ہے (اور مولانا جمال میاں صاحب فرنگی محلی فرزند مولانا قیام الدین محمد عبد الباری فرنگی محلی کے مِلک میں ہے) اس حادثے کے دیگر تفصیلات پر بھی پوری روشنی پڑتی ہے، اس چشم دید بیان کے پیش نظر اُن قیاس آرائیوں یا روایتوں کے حاجت نہیں رہتی جن کے لئے تذکرہ نویسوں نے بار بار زحمت اٹھائی ہے۔

قصبہ سہالی کے خانزادوں اور شیوخ عثمانی اور انصاریوں کے درمیان زمیندارانہ نزاع کو ملا صاحبؒ سے عداوت کا سبب قرار دینا کوئی دوررس تحقیق نہیں مانی، اس لئے کہ ایسی نزاع اور رقابت قصبہ کی زندگی میں عامۃ الورد رہی ہے، قصبہ سہالی میں

فہرست عنوانات کے صفحہ پر جانے کے لیے کلک کریں۔

بھی نزاع ہو سکتی تھی اور تھی لیکن ملا قطب شہید کا اس میں مؤثر فریق کی حیثیت رکھنا قوی تاریخی ثبوت کا محتاج ہے، اسی محضر کے ذریعہ ملا قطب کے معمولات زندگی پر جو روشنی پڑتی ہے، اس سے زمیندارانہ نزاعوں میں ان کی عملی شرکت کا عدمِ امکان بھی واضح ہو جاتا ہے۔

"بر اصاغر و کابر ایں دیار روشن و مبرہن است کہ مولوی مذکور کہ موصوف بکمالات انسانیہ وفضائل علمیہ وعملیہ وحافظ قرآم مجید بودند وغیر اشتغال تدریس و تکرار۔۔۔علوم دینیہ وعبادت وطاعت کارے نداشتند ودر اوقات فراغ از درس وعبادت بہ تصنیف در علم تفسیر وحدیث وفقہ اُصول می پرداختند۔۔۔"

(اس جوار کے تمام چھوٹے بڑے بخوبی جانتے ہیں کہ ملا قطب الدین شہیدؒ جو کمالات انسانیہ اور علمی اور عملی فضائل سے متصف اور حافظ قرآن مجید تھے، علوم دینیہ کے طلبہ کے درس وتدریس اور عبادت خداوندی کے علاوہ ان کا کوئی اور کام نہ تھا درس وعبادت سے فرصت کے اوقات میں تفسیر، حدیث، فقہ اور اُصول فقہ کے ایسے علوم میں تصنیف وتالیف میں مصروف رہتے تھے)۔

"غیر اشتغال تدریس وتکرار وعبادات وطاعت کائے نداشتند" کے الفاظ بڑی وضاحت کے ساتھ ملا قطب الدینؒ کے معمولاتِ روز وشب کو پیش کر دیئے ہیں، ان علمی مصروفیتوں اور روحانی مشغولیتوں میں جائداد کے جھگڑوں اور زمیندارانہ نزاع کی کوئی جگہ نظر نہیں آتی، یہ قیاس کسی حد تک درست معلوم ہوتا ہے کہ شورہ پشتوں کے ظلم وجور کے ارمانوں کے پورا ہونے میں ملا صاحب کی وجاہت اور اصاغر واکابر میں ان کی مقبولیت سد راہ رہی ہو گی، اس لئے کہ اورنگ زیب عالمگیرؒ تک ملا صاحبؒ کے علم وفضل، زہد واتقا اور قناعت وگوشہ نشینی کی خصوصیتوں سے کما حقہ واقف تھا، اس نے بار بار م؛اقطبؒ سے ملاقات کی درخواست بھی کی تھی مگر قطب نے اپنی جگہ سے ملنے سے انکار کیا۔

فہرست عنوانات کے صفحہ پر جانے کے لیے کلک کریں۔

فرحۃ الناظرین (مخطوطہ آزاد لائبریری مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) کے الفاظ میں "ملا قطب الدین سہالوی علوم عقلیہ ونقلیہ میں اپنے ہم عصر علماء پر فوقیت رکھتے تھے، اور گوشہ نشینی کے دامن میں پائے قناعت کو لپیٹے رہتے، امیروں اور دولتمندوں کے پاس وہ نہیں جاتے تھے اور برابر طلبائے علم کو پڑھانے نیز علومِ معرفت کے کسب میں مصروف، قصبہ سہالی میں جو لکھنؤ کے مضافات میں ہے، زندگی گزارتے رہے بادشاہ عالمگیر نے بارہا ملا صاحب کو ملاقات کی زحمت دی مگر ملا صاحب نے اسکی خواہش کو قبول کرنے سے انکار کردیا، انہوں نے بہت سے لوگوں کو شاگردی کے نچلے درجے سے اٹھاکر استادی کے اعلیٰ مرتبے تک پہونچایا۔۔۔۔۔۔ ملا قطب شہید کے تمام اوصاف بیان کرنا تقریر و تحریر کے امکان سے خارج ہے، بالآخر کچھ شر پسندوں کی سازش نے عالمگیری جلوس کے ۴۷ویں سال قطب مذکور کو قصبہ سہالی میں ملا قطب الدین شہید ہوگئے۔

فرحۃ الناظرین کا مصنف محمد اسلم بن حفیظ اللہ انصاری بارھویں صدی ہجری کا آخر کا ہے جس نے اپنی کتاب ۱۱۷۸ھ میں فیض آباد میں مکمل کی، اسی صدی کے آغاز میں واقعہ شہادت پیش آیا تھا، تیرھوی صدی ہجری کے آغاز کی، ایک تصنیف میں جس کے مصنف ملا محمد ولی اللہ انصاری فرنگی محلی (وفات ۱۲۷۰ھ) ہیں جو چار واسطوں سے ملا قطب شہید کے ساتھ عالمگیر کی عقیدت مندی کا حال اس طرح ملتا ہے "جب ملا قطب الدین کے علم و فضل کا شہرہ اطراف و دیار میں خوب ہوچکا بلکہ تمام ہندوستان میں پھیل گیا اور ملا صاحب کی ذہانت اور فضیلت نیز ان کی خدمت میں پڑھنے والوں کے از جلد فارغ التحصیل ہونے کی خبر نیک خصال اورنگ زیب بادشاہ غازی کو پہونچی تو اس نے سلسلہ مراسلت ملا صاحب سے برابر جاری رکھا اور انتہائی عقیدت اسے ملا صاحب سے ہوگئی۔ یہی وجہ ہے کہ اورنگ زیب اپنے اُمراء اور حکام کو ملا قطب الدین شہید کی خدمت میں بھیجا کرتا تھا"

اور عالمگیر کی عقیدت مندی ہی ملا قطب الدین کی شہادت کی وجہ بھی ہوئی۔ جیسا کہ ملا ولی اللہ فرنگی محلی اس کے آگے لکھتے ہیں "عالمگیر کی اتنی عقیدت مندی اور امراء شاہی کی ملا صاحب کی خدمت میں برابر آمد و رفت اشقیاء کیلئے سبب خوف بن گئی کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان شورہ پشتوں کی بد معاشیاں بادشاہ کے علم میں آجائیں اور ان پر قہر شاہی نازل ہو جائے ان اشقیا نے

فہرست عنوانات کے صفحہ پر جانے کے لیے کلک کریں۔

باہم صلاح وسازش کی کہ ملا قطب الدین کو درمیان سے ہٹا دینا چاہیئے تاکہ یہ اندیشہ رفع ہو جائے اور پوری طرح سکون مل جائے"۔

ان شورہ پشتوں کو محض شک ہوا یا واقعہ بھی یونہی پیش آیا کہ قصبہ سہالی میں ان لوگوں نے جو فساد عرصہ سے برپا کر رکھا تھا اُس کی اطلاع ملا صاحب کی ذریعہ بادشاہ کے کانوں تک پہنچ گئی اور قبل اس کے کہ یہ اشقیاء قہر سلطانی میں گرفتار ہوں وہ ملا صاحب سے بدلہ لینے کیلئے ملا محمد ولی اللہ فرنگی محلی کے الفاظ میں "بطریق ڈاکہ "گھر پر چڑھ آئے۔

واقعہ سے متعلق چشم دید بیان یعنی بادشاہ کو پیش کئے جانے والے محضر کے یہ جملے بھی اس سلسلے میں بیحد اہم ہیں" ملا قطب الدین کی لاش کو ایک جگہ دفن کرتے پھر نکالتے پھر دوسری جگہ دفن کرتے پھر نکالتے رہے بالآخر نو دن کے بعد ملا صاحب کی لاش کے دونوں ہاتھ کاٹ کر رکھ لئے اور لاش قصبہ سہالی بھجوادی"۔

لاش کے دونوں ہاتھ کاٹ لینے کو محض "مثلہ "کی شقاوت تک محدود نہیں رکھا جا سکتا، یہ وحشیانہ حرکت ضمناً اُسی پر دلالت کرتی ہے کہ اشقیا کے غیض وغضب کا جو سبب تھا اس میں ملا صاحب کے ہاتھوں کا دخل اِن اشقیا کی نظر میں کم از کم ضرور تھا۔

سند اور قیاس سے یہی صحیح معلوم ہوتا ہے کہ ملا صاحب کی کسی تحریر سے یا اُن اُمرائے شاہی کی زبانی جو ملا صاحب کی خدمت میں بادشاہ کے بھیجے ہوئے آیا کرتے تھے، قصبہ سہالی کے ان شورہ پشتوں کا حاسل بادشاہ کے علم میں آچکا تھا اسی لئے " جب شاہی خبر رسانوں نے ملا قطب کے واقعہ شہادت کی اطلاع بادشاہ عالمگیر کو اس زمانہ میں دکن میں تھا لکھ بھیجی تو فی الفور شاہی احکام صوبداران علاقہ کو موصول ہوئے کہ ملا قطب الدین کے قاتلوں کو جلد از جلد سزا دی جائے، ان کے گھروں کو مسمار کر دیا جائے اور قاتلوں میں سے جو بھی ہاتھ آئے اس کو قتل کر دیا جائے" ملا ولی اللہ فرنگی محلی جن کی کتاب عمدۃ الوسائل (قلمی) کے یہ اقتباسات دیئے گئے ہیں اُسی صدی کے آخر میں پڑھ لکھ کر فارغ ہو چکے تھے جس صدی کے آغاز میں حادثہ شہادت پیش آیا تھا، محضر اور ملا ولی اللہ فرنگی محلی کی تصریحات، زیر بحث مسئلہ میں اس لئے بھی قابل ترجیح ہیں کہ ایک چشم دید

فہرست عنوانات کے صفحہ پر جانے کے لیے کلک کریں۔

بیان ہے اور دوسرا مورخ اور تراجم ورجال کا ماہر عالم اور مصنف ہے کس ثقاہت غیر نزاعی ہے، رسالہ قطبیہ (قلمی) کے مصنف بھی ملا قطب الدین شہید کے اخفاء میں ہیں اور ملا ولی اللہ سے ایک پشت اوپر ہیں لیکن رسالہ قطبیہ کی تصنیف اور ملا ولی کی اس تصنیف کے درمیان صرف نو سال کا فرق ہو، یہ رسالہ قطبیہ ۱۲۰۰ھ میں تمام ہوا اور ملا ولی اللہ کی کتاب ۱۲۰۸ھ میں مکمل ہوئی اور بحیثیت مصنف و مؤرخ ملا ولی اللہ ثقہ اور اثبت ہیں۔ (جاری ہے)

فہرست عنوانات کے صفحہ پر جانے کے لیے کلک کریں۔

ائمہ مساجد کے لیے چند راہنما اصول

رشید احمد نعمانی (ضرب مؤمن ۲۵ اپریل ۲۰۱۴)

عطاء اللہ رفیع

اس کے چہرے پر پریشانی کے اثرات نمایاں تھے، وہ بے حد تھکا ماندہ بھی نظر آرہا تھا۔ ڈیل ڈول سے بھی غمگینی عیاں تھی۔ پوچھا: "بھائی! کیوں پریشان ہو؟" کہا: "کیا بتاؤں؟" اور وہ خاموش ہو گیا۔ "پھر بھی کچھ کہو بھائی!"۔ "ارے لوگ مانتے ہیں۔" "کیا نہیں مانتے؟" "میں نے دس پندرہ سال اس محلے میں گزارے۔ لوگوں کو دعوت و تبلیغ کرتا رہا۔ کبھی بھی اثر کچھ نہیں نظر آتا۔ لوگ ویسے کے ویسے ہیں۔ نماز کی پابندی کرتے ہیں نہ روزہ رکھتے ہیں۔ اخلاقیات کا نام ہے نہ معاشرت کا وجود۔ حسد و بغض کا زہر ہمارے اندر سرایت کر چکا ہے۔ غیبت اور چغل خوری کو تسکینِ روح کا سامان سمجھتے ہیں اور بھی بہت کچھ!"

آج اسی طرح ہر داعی اپنے حلقے میں پریشان و مایوس دکھائی دیتا ہے حالانکہ حور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے دعوت اثر انداز تھی۔ وفود در وفود اسلام میں داخل ہوئے۔ کفر کے علمبر دار اسلام کے جھنڈے تلے آئے۔ احد اور حنین میں جان کی بازی لگائی۔ تن من دھن اسلام کی راہ میں فدا کر دیے۔ مال کی فکر نہ اہل و عیال کی پروا۔ ان کا سب کچھ ایمان پر قربان تھا۔ آخر یہ فرق کیوں؟ آیئے اس راز سے پردہ اٹھانے کی کوشش کریں۔ اگر حضور اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے طرزِ تبلیغ کو مشعلِ راہ بنایا جائے تو دونوں میں فرق نظر آسکتا ہے۔

مبلغ اور اخلاص

مبلغ کا فرض ہے کہ مخلص ہو۔ ساتھ ساتھ اپنے اخلاص کو حاضرین کے ذہنوں تک پہنچانے کی کوشش کرے۔ انبیاء

فہرست عنوانات کے صفحہ پر جانے کے لیے کلک کریں۔

علیہم السلام کی دعوت اخلاص سے مزین تھی۔ نیز لوگوں کی توجہ اس طرف مبذول کرنے کی کوشش فرماتے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "اور میں تم سے اس کام پر کسی قسم کی کوئی اجرت نہیں مانگتا، ہمارا اجر صرف اس ذات نے اپنے ذمے لے رکھا ہے۔ جو ساری دنیائے جہاں کی پرورش کرتا ہے۔" (الشعراء: ۱۰۲، آسان ترجمۂ قرآن)

قول اور فعل میں عدمِ تضاد

اسی طرح داعی کو چاہیے کہ جس بات کی تبلیغ کرتا ہے، پہلے خود اس پر عمل پیرا ہو۔ اس کی بات ان شاء اللہ کارآمد اور مؤثر ہوگی۔ خداوند ذوالجلال کا ارشاد ہے: "کیا تم (دوسرے) لوگوں کو تو نیکی کا حکم دیتے ہو اور خود اپنے آپ کو بھول جاتے ہو؟ حالانکہ تم کتاب کی تلاوت بھی کرتے ہو، کیا تمہیں اتنی بھی سمجھ نہیں؟" (البقرہ: ۴۴، آسان ترجمۂ قرآن) آیتِ مذکورہ میں یہود کو ڈرایا گیا ہے کہ یہ کیا فلسفہ ہے کہ دوسروں کو تو امر بالمعروف کرتے ہو، مگر خود انسانی خواہشات سے مغلوب ہو کر عمل کرنے سے دور رہتے ہو۔ اسے تو عقل بھی تسلیم نہیں کرتی۔

حکمت کا تقاضا

دعوت و تبلیغ میں حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ داعی، مخاطب کی استعداد کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے اپنی دعوت پیش کرے۔ اگر داعی عوام کی ذہنی استعداد کو نظر انداز کرتے ہوئے منطقی طرزِ استدلال اور فلسفیانہ بحثیں شروع کر دے یا صاحبِ علم اور دانشور شخص کو دعوت کے موقع پر غیر علمی اور غیر عقلی، بالکل عمومی طرز سے بات شروع کرے تو اس صورت میں دعوت کے مؤثر ہونے کی توقع کرنا فضول ہے۔ داعی دراصل ایک معلّم اور مربّی کی طرح ہے جو سامع کا نفسیاتی جائزہ لیتے ہوئے اس کے ذہنی پسِ منظر، اس کی استعداد اور مزاج کو سامنے رکھ کر بات کرتا ہے۔ حضرت علیؓ کا قول ہے: "لوگوں سے وہ باتیں کیا کرو جس کو وہ سمجھ سکتے ہوں۔ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا انکار کیا جائے۔" (بخاری: جلد ۱، ص ۲۴)

فہرست عنوانات کے صفحہ پر جانے کے لیے کلک کریں۔

نرمیٔ گفتار

داعی کھردرا اندازِ بیان اور کرخت زبان استعمال نہ کرے کہ لوگ متنفر ہو جائیں بلکہ ایسی بات کہے جو حکمت، نرمی اور خوش اخلاقی سے بھرپور ہو۔ بے جا سختی سے مایوس ہو کر لوگ ہو کر بات سننے سے دور رہ جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو نرمی اختیار کرنے کی تلقین کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: "اگر تم سخت مزاج اور سخت دل والے ہوتے تو یہ تمہارے آس پاس سے ہٹ کر تتر بتر ہو جاتے۔" (آل عمران، ۱۵۹، آسان ترجمۂ قرآن)

سامعین کا ذہنی اپروچ

مبلغ کے ذمہ داری یہ بھی ہے کہ وہ ممکن حد تک مخاطب کے معاشرتی، سیاسی اور علمی مقام ورُتبے کو نظر انداز نہ کرے بلکہ اس کو ملحوظِ رکھتے ہوئے دعوت کے کام کو آگے لے جائے۔ اگر داعی ان کے مقام ومرتبہ کو نظر انداز کرے تو ممکن ہے کہ شیطان اسے دھوکہ دے کر گمراہی میں مبتلا کر دے۔ داعی کے لیے ان امور کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: "لوگوں کو ان کی قدر ومنزلت کے موافق مراتب دیں۔" (سنن ابو داود، کتاب الایمان، باب فی تنزیل الناس منازلہم)

تکرار اور فضول گوئی

تبلیغ میں تکرار، فضول گوئی اور بے فائدہ بیان کو دراز کرنے سے اجتناب ضروری ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے خطبات نہایت مختصر اور جامع تھے۔ تحدیث بالنعمت کے طور پر فرماتے ہیں: "مجھے جملوں کے جامعیت سے نوازا گیا۔" نیز خطبہ کے اختصار کو داعی اور خطیب کی دانشمندی کی علامت قرار دیا۔ ارشاد فرمایا: "بعض خطبے جادو جیسے (اثر انداز) ہوتے ہیں۔" (سنن ابی داود، کتاب الادب، صفحہ ۷۰۵) صحابہ کرام بھی اسی طریقے سے دعوت فرماتے۔ چنانچہ وہ فرماتے: "ہمیں رسول اللہ ﷺ نے حکم فرمایا کہ خطبے مختصر دیا کرو۔" (سنن ابی داود، کتاب الصلاۃ، ۱۶۶)

فہرست عنوانات کے صفحہ پر جانے کے لیے کلک کریں۔

موقع محل کا لحاظ

یہ بات بھی قابلِ غور ہے ہر وقت وعظ و نصیحت کرتا نہ پھرے۔ اس طرح اس کی اہمیت ختم ہو جاتی ہے۔ لوگ اکتانے لگتے ہیں بلکہ دیکھیں کہ لوگوں کی طبیعت میں کس وقت نشاط ہے، اسی وقت نصیحت کریں۔ عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں: "رسول اللہ ﷺ مختلف دنوں میں نصیحت کرنے کا موقع تلاش فرماتے تھے۔ اس خوف سے ہم اکتا نہ جائیں۔" درج بالا حدیث سے ظاہر ہوا ہر روز، ہر وقت، ہر جگہ نصیحت کرتے نہ پھرے بلکہ مناسب موقع دیکھے کہ مخاطب کی طبیعت میں نشاط اور اقبال ہے تو دعوت و تبلیغ کرے۔

ذاتیات سے پرہیز

مبلغ کسی قول یا شخصِ متعین کو ہدف بنانے سے اجتناب کرے۔ عام الفاظ سے وعظ کرے۔ اکثر اوقات مخاطب معین حمیتِ جاہلی کی وجہ سے حق کو ٹھکراتا ہے۔ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے عام الفاظ سے ارشاد فرمایا: "لوگوں کو کیا ہوا ہے کہ ایسی شرائط لگاتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے احکامات میں سے نہیں۔"

مضبوط بات کرے

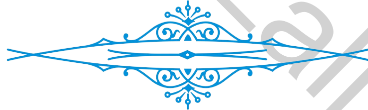
عالم کا کام یہ نہیں جو کچھ معلوم ہو ہر جگہ اس کو بیان کرتا رہے۔ یہ دیکھے بغیر کہ سننے والے اس بات کو سمجھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں؟ اس کی تہہ تک پہنچ سکتے ہیں؟؟ اس سے کہیں فتنے میں تو مبتلا نہیں ہوں گے؟ اس لیے یہ دیکھنا ضروری ہے کہ کس وقت کون سی بات لوگوں کے سامنے کہی جائے اور کس کو چھوڑا جائے؟

دعوت کی اہمیت

دعوت کے کام میں جو اجر بتایا گیا ہے وہ شاید ہی کسی اور عمل میں بتایا گیا ہو۔ ایک طرف تو دعوت کا یہ مقام ہے، لیکن

دوسری طرف یہ ایک سنگین معاملہ بھی ہے جس میں بہت ہی حلم وبرداشت کی ضرورت ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اس سلسلے میں ایسی مثالیں قائم فرمائی ہیں جن کو سن کر انسان ششدر رہ جاتا ہے۔ چنانچہ ایک دفعہ عبد اللہ بن ابیّ (جس کا لقب رئیس المنافقین تھا) کسی غزوہ سے واپسی پر حضور ﷺ اور مسلمانوں کے ساتھ مدینہ آتے ہوئے مسلمانوں اور حضور ﷺ کی طرف اشارہ کرکے کہا: "مدینہ پہنچ کر، معزز لوگ ان گھٹیا اور ذلیل لوگوں کو مدینہ سے نکالیں گے۔" (نعوذ باللہ من ذلک) یہ ایک ایسی بات تھی جس کی شناعت خود عبد اللہ بن ابیّ کے بیٹے نے بھی محسوس کی۔ اس لیے وہ حاضرِ خدمت ہوئے اور کہنے لگے: "میرے باپ نے ایسی گندی بات کہی ہے جس پر وہ مستحق قتل ہو سکتا ہے۔ مجھے خیال ہے کہ اگر قتل کا کام کوئی دوسرا مسلمان انجام دے تو انسان اور فرزند ہونے کے ناطے مجھ پر اثر پڑ سکتا ہے جو میرے ایمان کے لیے مضر ہو گا۔ لہٰذا یہ کام اگر لینا ہے تو مجھ ہی سے لے لیجیے۔" آپ ﷺ نے فرمایا: "نہیں! بلکہ میں ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کروں گا۔"

مذکورہ تجاویز پر اگر داعی عمل کرے اور انہی اصولوں کے تحت اپنی ذمہ داری نبھائے تو ان شاء اللہ دور رس فوائد حاصل ہوں گے۔



فہرست عنوانات کے صفحہ پر جانے کے لیے کلک کریں۔

انمول موتی

محمدالرحمن معاویہ- لاهور

☆دوسروں کے چراغ سے روشنی حاصل کرنے والے خود ہمیشہ اندھیرے میں رہتے ہیں۔

☆بدصورت چہرہ بہتر ہے بدصورت دل اور بدصورت دماغ سے۔

☆اعتماد ایک شیشہ جو ایک بار ٹوٹ جائے تو دوبارہ نہیں بنتا۔ ☆اخلاق وہ چیز ہے جس سے بدی کا اندھیرا غائب ہوتا ہے۔

☆دلوں میں اُترنے کے لیے سیڑھیوں کی ضرورت نہیں، بلکہ اچھے اخلاق کی ضرورت ہوتی ہے۔

☆جو کام خود کر سکتے ہو اسے دوسروں پر مت چھوڑو۔ ☆اچھے خیالات کسی دولت سے کم نہیں ہوتے۔

☆سُست آدمی کو کبھی فرصت نہیں ملتی۔ ☆دعوت قبول کرنے میں امیر غریب کا فرق مت کرو۔

☆غلط بات پر اڑے رہنا کم ظرفی ہے۔ ☆بُرا کہنا بُرا ہے، مگر بُرا چاہنا اس سے بھی بُرا ہے۔

☆خاموش آدمی پہاڑ کی چوٹی کی طرح بارعب ہوتا ہے۔

☆غصہ ہمیشہ بیوقوفی سے شروع ہوتا ہے، اور شرمندگی پر ختم ہوتا ہے۔

☆وہ علم بے کار ہے جو انسان کو کام کرنا تو سکھادے لیکن دنیا میں زندگی گزارنا نہ سکھائے۔

☆اتنا نرم نہ بن کہ نچوڑ لیا جائے، اور اتنا خشک نہ بن کہ توڑ لیا جائے۔

☆ہر اچھا کام پہلے ناممکن ہوتا ہے۔ ☆طنز و بحث سے رشتے کمزور ہو جاتے ہیں۔

☆نیکی کا ارادہ بدی کی خواہش کو ڈُباتا ہے۔ ☆کبھی بھی ایسی لڑائی نہ کرنا کہ لڑائی تو جیت جاؤ، مگر اپنوں کو ہار جاؤ۔

☆جو شخص انتقام کے طریقوں پر غور کرتا رہتا ہے، اس کے زخم ہمیشہ تازہ رہتے ہیں۔

☆کسی نسبت سے برا خیال دل میں مت لاؤ، یاد رکھو اس کا عکس دل میں ضرور پڑے گا۔

فہرست عنوانات کے صفحہ پر جانے کے لیے کلک کریں۔

☆دن کی روشنی میں رزق تلاش کرو، اور رات کو اُسے تلاش کرو جو رزق دیتا ہے۔

فہرست عنوانات کے صفحہ پر جانے کے لیے کلک کریں۔

علامات محبت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

محمد ضیاء الرحمن۔لاہور

دعویٰ محبت کا ہونا تو ایک عمومی بات ہے۔ لیکن یاد رہے علامات محبت کا پایا جانا بھی از حد ضروری ہے۔اس لئے ان علامات کو ذکر گیا گیا ہے ان کو دیکھ کر اپنے آپ کو بھی محبت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی عملی اور حقیقی صورت میں ڈھال لیجئے۔ یہ ایک آئینہ ہے اس میں دیکھ کر اپنی شخصیت کو سنوار لیجئے۔ یا یوں کہ لیجئے ہر چیز کی کوئی نہ کوئی علامت اور نشانی ہوتی ہے، جس سے وہ پہچانی جاتی ہے۔ محبت نبوی ﷺ کی بھی کچھ علامات ہیں جن سے یہ پتہ چلتا ہے کہ فلاں محبت میں دعویٰ کرنے والے میں واقعی محبت ہے یا نہیں؟ تو آیئے ہم ان علامات کا بغور مطالعہ کرتے ہیں، اور اِنہیں اپنی ذات میں جذب کرنے کا عہد بھی کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اس کی مدد سے۔

پہلی علامت:

محبت کی پہلی علامت یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی جائے بلکہ خدا کی محبت کی علامت یہی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی جائے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

قُل اِن کُنتُم تُحِبُونَ اللہ فَاتَبِعُونِی یُحبِبکُمُ اللہُ (آل عمران)

"کہ دیجئے اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت استوار کرنا چاہتے ہو میری (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی اتباع کرو تو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا۔"

مکمل دین تم پر ہو گیا اے رہبر کامل
قیامت تک تیری سنت پر چلنا عین ایماں ہے

فہرست عنوانات کے صفحہ پر جانے کے لیے کلک کریں۔

دوسری علامت:

محبت کی دوسری علامت یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کثرت سے کیا جائے۔کیونکہ اصولی طور پر کہ دیا گیا ہے۔'' مَن اَحَبَّ شَیئاً اَکثَرَ ذِکرَہٗ'' جو کسی کے ساتھ محبت کرتا ہے اسکا ذکر کثرت سے کرتا ہے۔زندگی کے ہر مسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حوالہ ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعات کا بار بار دہرا جائے۔

اس دورِ سکوں سوز میں تسکیں نہ ملے گی
کیفِ دل و جاں ذکرِ پیغمبر سے ملے گا

محبت کی تیسری علامت:

محبت کی تیسری علامت یہ ہے کہ آپ ﷺ کے لائے ہوئے دین کے ساتھ اتنی محبت ہو کہ اس کے لئے سب کچھ قربان کرنے کو تیار رہے قرآن وسُنت کی تبلیغ و اشاعت کے لیے ہر تکلیف خوشی خوشی برداشت کرے۔ جیسے حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے ہر تکلیف کو خوشی خوشی قبول کیا۔

نبی خاتم پہ جو سوجان سے قربان ہوتے ہیں
خدا شاھد ہے وہی کامل ایمان ہوتے ہیں

محبت کی چوتھی علامت:

محبت کی چھوتھی علامت یہ ہے کہ آپ ﷺ کی عظمت و حرمت کا ہر حال میں احساس رہے۔ آپ ﷺ کا ذکر آئے تو درود شریف پڑھے۔ آپ ﷺ کا نام لے تو تعظیم سے لے۔

کب اس دل بے تاب سے ہے اتنی توقع
لے نام کوئی تیرا تو یہ آنکھ نہ چھلکے

محبت کی پانچویں علامت:

محبت کی پانچویں علامت یہ ہے کہ آپ ﷺ کی اور آپ ﷺ کے روضہ مبارک کی زیارت کا بے حد شوق ہو۔ ظاہر ہے کہ ایک محبت کی سب سے بڑی آرزو یہی ہوتی ہے کہ مجھے محبوب کا وصال اور ملاقات نصیب ہو۔

ہمیں اس لئے ہے تمنائے جنت
کہ جنت میں اُن کا نظارہ کرینگے

سوہنیاں نالو سوہنا چہرہ حضور(ﷺ) دا
مولا وکھا وے سانوں روضہ حضور(ﷺ) دا

محبت کی چھٹی علامت:

محبت کی چھٹی علامت یہ ہے کہ ہر اُس چیز سے محبت ہو جس کا تعلق اور جسکی مناسبت حضور ﷺ کی طرف ہو۔ آپ ﷺ کے خاندان سے محبت ہو۔ ازواج مطہرات سے (بحثیت امہات المؤمنین) محبت ہو۔ آپ ﷺ کے صحابہ سے محبت ہو۔ آپ ﷺ کے شہر اور اُس کے گلی کوچوں سے محبت ہو۔ ایک حدیث میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"عرب سے دین وجوہ سے محبت رکھو۔ ایک تو اس لیے کہ میں عربی ہوں۔ دوسرا یہ کہ قرآن عربی میں ہے۔ تیسرا اس لیئے کہ جنت کی زبان عربی ہو گی۔"

ایک اور حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

" جس نے اہل عرب کو دھوکہ دیا وہ میری شفاعت میں داخل نہیں ہو گا۔ اور اُس کو میری محبت اور دوستی حاصل نہیں ہو گی۔"

فہرست عنوانات کے صفحہ پر جانے کے لیے کلک کریں۔

تیرے کوچے میں آنے والوں سے
روز و شب رسم وراہ کرتا ہوں !

محبت کی ساتویں علامت:

محبت کی ساتویں علامت یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے وارث علماء سے محبت ہو۔ اور اولیاء، اتقیاء، اصفیاء سے محبت ہو۔

محبت کی آٹھویں علامت:

محبت کی آٹھویں علامت یہ ہے کہ آپ ﷺ کے دیدار اور زیارت کا شیدائی ہو۔ اس لیے کہ ہر حبیب اپنی محبوب کی زیارت اور ملاقات کا شیدائی ہوتا ہے۔ اور جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہو تو آپ ﷺ کی تعظیم اور توقیر میں سر جھکا دیا جائے۔ اور آپ ﷺ کا نام مبارک سنتے ہی انکساری کے آثار نمایاں ہو جائیں۔ اور آپ ﷺ کے جلال و عظمت سے رونگٹے کھڑے ہو جائیں۔ قاضی عیاض رحمتہ اللہ علیہ اسحاق تجیبی سے نقل کرتے ہیں کہ اصحاب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، آپ ﷺ کی وفات کے بعد جب کبھی آپ ﷺ کا ذکر کرتے تھے تو اُن پر عاجزی و انکساری طاری ہو جاتی تھی۔ اور اُن کے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے۔ اور آپ ﷺ کی جدائی میں رونے لگتے تھے۔ اور یہی حالت اکثر تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ کی بھی تھی۔ واللہ اعلم بالصواب (ندائے منبر و محراب جلد اول از حضرت مولانا اسلم شیخوپوریؒ)

محبت کی ایک علامت یہ بھی ہے جو مولانا قاسم نانوتوی رحمتہ اللہ علیہ نے عمل کر کے بتلائی ۔ جب علماء اکرام کی پکڑ دھکڑ شروع ہوئی تو آپؒ کی گرفتاری کے وارنٹ بھی جاری ہوئے۔ خُدام اور متوسلین کے بہت زیادہ اصرار پر آپؒ ایک مکان میں روپوش ہوگئے۔ اور تین دن کے بعد عام لوگوں کی طرح گھومنے پھرنے لگے۔ لوگوں نے روپوشی کے لیے اصرار کیا تو آپؒ نے انکار کریا اور فرمایا:

فہرست عنوانات کے صفحہ پر جانے کے لیے کلک کریں۔

"تین دن سے زیادہ روپوش ہونا سنت سے ثابت نہیں ہے۔"

اور ساتھ ہی ساتھ عشق حبیب اور اتباع رسول اللہ ﷺ کی بات کیے بغیر نہ رہ سکے ۔ اور فرمایا:

" جناب نبی کریم ﷺ ہجرت کے وقت غارِ ثُور میں تین دن روپوش رہے تھے۔" (سوانح قاسمی جلد ۲ صفحہ نمبر:۱۷۳)

اللہ اکبر! اُلفت و اتباع کا کیا لازوال نمونہ پیش کیا عزت بچانے اور جان بچانے کے لیے سنت کا یاد آجانا اور بات ہے۔ عزت قربان کر دینے اور جان لُٹانے کے لیے سُنت کا اپنانا دل والوں کا کام ہے، ہر ایک کے بس کی بات نہیں ہے۔

اپنے خدا سے مانگو محمد(ﷺ) سے انتساب
ان کے حضور عشق کے دیپک جلائے جا
ناموسِ مصطفیٰ(ﷺ) کا تقاضا یہی ہے ان دنوں
مہر وفا کے نام گردنیں کٹائے جا۔

آیئے ہم ایک لمحہ کے لئے غور کریں کہ ہمارے اندر یہ علامات پائی جاتی ہیں یا نہیں۔

فہرست عنوانات کے صفحہ پر جانے کے لیے کلک کریں۔

حرف وحکایات

محمد یوشع شیرازی

بنی اسرائیل کے تین آدمیوں کی حفاظت

رسول اللہ ﷺ ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ بنی اسرائیل میں تین آدمی تھے ایک کوڑھی دوسرا گنجا تیسرا اندھا، اللہ نے ان کو آزمانا چاہا اور ان کے پاس ایک فرشتہ بھیجا، فرشتہ پہلے کوڑھی کے آیا اور پوچھا تجھے کیا چیز پیاری ہے اس نے کہا اچھی رنگت اور خوبصورت کھال مل جائے اور یہ مصیبت جاتی رہے جس سے لوگ مجھ سے گھن کرتے ہیں، اس فرشتہ نے اپنا ہاتھ کوڑھی کے بدن پر پھیر دیا اسی وقت وہ بھلا چنگا ہو گیا اور کھال اور خوبصورت رنگت نکل آئی، پھر فرشتہ نے پوچھا تجھ کو کونسا سامان زیادہ پسند ہے اس نے کہا اونٹ، پس ایک گابھن اونٹنی بھی اسکو دیدی اور کہا اللہ تعالیٰ اسمیں برکت دے۔

پھر فرشتہ گنجے کے پاس آیا اور پوچھا تجھ کو کونسی چیز پیاری ہے؟ گنجے نے کہا میرے بال اچھے نکل آئیں اور یہ بلا مجھ سے دور ہو جائے جس سے لوگ گھن کرتے ہیں فرشتے نے اس کے سر پر ہاتھ پھیر دیا تو فوراً اچھے بال نکل آئے فرشتہ نے پوچھا تجھ کو کونسا مال پسند ہے اس نے کہا گائے، پس اسکو ایک گابھن گائے دیدی اور کہا اللہ اسمیں برکت دے۔

پھر فرشتہ اندھے کے پاس پیا اور پوچھا تجھ کو کیا چیز محبوب ہے اندھے نے کہا اللہ تعالیٰ مجھ کو بینائی دیدے جس سے میں سب آدمیوں کو دیکھوں، فرشتے نے اسکی آنکھوں پر ہاتھ پھیرا تو اللہ تعالیٰ نے اندھے کو بینائی عطا کردی، پھر فرشتے نے پوچھا تجھ کو کونسا مال پیارا ہے اندھے نے کہا بکری فرشتہ نے اسکو ایک گابھن بکری دیدی تینوں کے جانوروں نے بچے دیئے، چند ہی دنوں میں اونٹوں گایوں اور بکریوں سے جنگل بھر گیا۔

پھر وہ فرشتہ خدا کے حکم سے اسی پہلی صورت میں کوڑھی کے پاس آیا اور کہا میں ایک مسکین آدمی ہوں میرے سفر کا

فہرست عنوانات کے صفحہ پر جانے کے لیے کلک کریں۔

سب سامان ختم ہو گیا آج میرے پہونچنے کا سوائے خدا اور آپ کے کوئی وسیلہ نہیں ہے، میں اس اللہ کے نام پر جس نے تجھے اچھی رنگت اور عمدہ کھال عنایت فرمائی تجھ سے ایک اونٹ مانگتا ہوں کہ اس پر سوار ہو کر اپنے گھر پہونچ جاؤں اس نے کہاں یہاں سے دور ہو جا مجھے اور بہت حقوق ادا کرنے ہیں (تجھ کو دینے کی گنجایش نہیں ہے)

فرشتہ نے کہا شاید تجھ کو تو میں پہچانتا ہوں کیا تو کوڑھی نہیں تھا کہ لوگ تجھ سے گھن کرتے تھے اور کیا تو مفلس نہ تھا پھر تجھ کو خدا نے اس قدر مال عنایت فرمایا، کوڑھی نے کہا واہ کیا خوب یہ مال تو میری کئی پشتوں سے باپ دادا کے وقت سے چلا آیا ہے، فرشتہ نے کہا، کہا اگر تو جھوٹا ہے تو خدا تجھ کو ویسا ہی کر دے جیسا پہلے تھا۔ پھر فرشتہ گنجے کے پاس اسی پہلی صورت میں آیا اور اسی طرح سے بھی سوال کیا اور اس نے بھی ویسا ہی جواب دیا فرشتہ نے کہا اگر تو جھوٹا ہو تو خدا تجھ کو ویسا ہی کر دے جیسا پہلے تھا۔

پھر فرشتہ اندھے کے پاس اسی پہلی صورت میں آیا اور کہا میں مسافر ہوں بے سر و سامان ہوں آج بجز خدا اور آپکے میرے لئے کوئی وسیلہ نہیں ہے اسکے نام پر جس نے تجھ کو بینائی بخشی تجھ سے ایک بکری مانگتا ہو جس سے اپنے سفر کی ضرورت پوری کروں، اس نے کہا بے شک میں اندھا تھا خداوند تعالیٰ نے محض اپنی رحمت سے مجھ کو بینائی عطا فرمائی، جتنا تیرا جی چاہے لے جا اور جتنا چاہے چھوڑ جا، قسم بخدا! آج میں تجھ کو کسی چیز سے منع نہیں کرتا فرشتہ نے کہا تو اپنا مال اپنے پاس رکھ لے مجھ کو کچھ نہیں چاہیئے، صرف تم تینوں کی آزمایش مقصود تھی وہ ہو چکی خدا تجھ سے راضی ہوا اور ان دونوں سے ناراض ہوا۔

(ماخوذ از مشکوٰۃ شریف ص ۱۶۶)

فائدہ:

یہ واقعہ ناشکرے انسان کیلئے عبرت کا تازیانہ ہے ہ آدمی ہمیشہ اپنی پچھلی زندگی یاد رکھ کر خدا کی نعمتوں کا شکر ادا کرتا رہے جیسا کہ اندھا شخص خدا کا شکر گذار بنا جسکی وجہ سے اس کی نعمت بھی بحال رہی اور خدا کی خوشنودی بھی اسکو حاصل ہوئی، برخلاف کوڑھی اور گنجے کے ان کو اپنی ناشکری کی وجہ سے اپنی پہلی ہی حالت پر لوٹنا پڑا اور نعمتیں چھن گئیں اور خدا تعالیٰ کی نا

فہرست عنوانات کے صفحہ پر جانے کے لیے کلک کریں۔

راضگی کے مستحق ہوئے۔

پانچ چیزوں کا علم اللہ کے سوا اور کسی کو نہیں:

جلیل القدر امام حضرت امام مالکؒ کو مدینہ منورہ سے انتہائی محبت تھی یہ در حقیقت محبت نبویؐ تھی مدینہ کا ایک ایک ذرہ ان کو عزیز تھا اور چاہتے یہ تھے کہ کسی طرح سے میں مدینہ کی زمین میں دفن ہو جاؤں اس مبارک شوق کی وجہ سے حج بھی نہیں کرتے تھے کہ کہیں مدینہ کے باہر میرا انتقال نہ ہو جائے ایک دن خواب میں دیکھا کہ جناب نبی کریم ﷺ کا دربار ہے اور امام مالک دربار اقدس میں حاضر ہیں تو بڑے ہی درد سے عرض کیا یا رسول اللہ میرا جی چاہتا تھا کہ مدینہ کی زمین مجھے قبول کرلے۔ اسی لئے میں ڈر کے مارے نفلی حج بھی نہیں ادا کرتا کہ مدینہ سے باہر جاکر کہیں انتقال نہ ہو جائے اور وہیں دفن کر دیا جاؤں تو مجھے بتلایا جائے کہ میری عمر کتنی باقی ہے؟

تو رسول اللہ ﷺ نے ہاتھ اٹھا کر پانچ انگلیوں کا اشارہ کیا اور امام مالک کی آنکھ کھل گئی تو پریشان ہو گئے کہ پانچ انگلیوں سے کیا مراد ہے پانچ مہینے یا پانچ برس یا پانچ ہفتے مراد ہیں یا پانچ دن؟ اسلئے ایک آدمی کو امام مالک نے تعبیر بتانے والے کو) علامہ ابن سیرینؒ کے پاس بھیجا اور یہ کہا کہ اس خواب کی تعبیر معلوم کر کے آنا مگر میرا نام نہ لینا یوں کہنا کہ ایک مسلمان نے یہ خواب دیکھا ہے، یہ خادم ابن سرینؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ ایک نیک مسلمان نے یہ خواب دیکھا ہے کہ حضور سے اس نے پوچھا کہ میری عمر کتنی باقی رہ گئی ہے؟ تو آپؐ نے پانچ انگلیاں سامنے کر دیں چنانچہ اس خواب دیکھنے والے نے تعبیر پوچھی ہے۔

امام سیرینؒ نے فرمایا یہ خواب بڑا عالم ہی دیکھ سکتا ہے جاہل تو جاہل معمولی علم کا آدمی نہیں دیکھ سکتا یہ خواب کسی بڑے عالم کا خواب ہے اور مدینہ میں امام مالکؒ سے بڑا کوئی عالم نہیں تو امام مالک نے تو یہ خواب نہیں دیکھا؟ اب یہ خادم چپ ہو گیا، ابن سیرین نے فرمایا کہ جاؤ ان سے اجازت لے کر آؤ نام بتلاؤ گے تو تعبیر بتلاؤ گا خادم واپس آگیا امام مالک کے پاس اور عرض کیا کہ حضرت وہ تو پہچان گئے کہ خواب دیکھنے والے آپ ہیں اس واسطے نام ظاہر کرنیکی اجازت دیدیجئے امام مالک نے فرمایا اچھا میرا

فہرست عنوانات کے صفحہ پر جانے کے لیے کلک کریں۔

نام ذکر کردو خادم ابن سیریں کے پاس آیا اور کہا یہ خواب امام مالکؒ نے دیکھا ہے تو علامہ ابن سیرین نے فرمایا جا کے امام مالک کو تعبیر بتلادو کہ تم نے اپنی عمر پوچھی تھی تو حضور ﷺ نے پانچ انگلیاں دکھلا دیں، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ نہ اس سے پانچ برس مراد ہیں نہ پانچ مہینے نہ پانچ ہفتے، بلکہ اشارہ ہے ایک حدیث کی طرف ہے (پانچ چیزوں کا علم اللہ کے سوا کس کو نہیں)

تمہارا اپنی موت کے سلسلے میں سوال کرنا ان پانچ چیزوں میں سے ہے جن کا علم اللہ کے سوا کسی دوسرے کو نہیں ہے، اور اس آیت کی طرف اشارہ ہے علم الساعۃ وینزل الغیث ویعلم ما فی الارحام ی وما تدری ماذا تکسب غدآ وما تدری نفس بای ارض تموتۃ

ترجمہ اللہ ہی کے پاس ہے قیامت کا علم کہ کب آئیگی اور بارش کب برسے گی اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا ماں کے پیٹ میں لڑکا ہے یا لڑکی۔ انسان کل کیا کمائے گا اللہ ہی جانتا ہے۔ کسی شخص کو پتہ نہیں ہے کہ کل کس زمین میں وہ دفن کیا جائیگا۔

(ماخوذ از خطبات حکیم الاسلام ج ا ص۸۸)

فائدہ: رسول اللہ ﷺ نے حضرت امام مالکؒ کو اشارہ فرمایا کہ تم مدینہ منورہ میں دفن ہونیکی خواہش میں اپنی موت کے بارے میں پوچھ رہے ہو، در حقیقت یہ وہ چیز ہے جس کا علم سوائے خدا کے اور کسی کو نہیں۔

باپ

۱۔ باپ کا احترام کرو۔ تاکہ تُمہاری اولاد تُمہارا احترام کرے۔ ۲۔ باپ کی عزت کرو۔ تاکہ اُس سے فیضیاب ہو سکو۔

۳۔ باپ کا حکم مانو۔ تاکہ خوشحال رہ سکو۔ ۴۔ باپ کی سختی برداشت کرو۔ تاکہ با کمال ہو سکو۔

۵۔ باپ کی باتیں غُور سے سُنو۔ تاکہ کسی اور کی نہ سُننا پڑے۔ ۶۔ باپ کی سامنے اُونچا مت بولو۔ ورنہ خدا تم کو نیچا کر دے گا۔

۷۔ باپ ایک ذمہ دار ڈرائیور ہے۔ جو گھر کی گاڑی اپنے خون پسینے سے چلاتا ہے۔

۸۔ باپ ایک مقدس محافظ ہے۔ جو ساری زندگی اپنے خاندان کی نگرانی کرتا ہے۔

فہرست عنوانات کے صفحہ پر جانے کے لیے کلک کریں۔

۹۔ باپ کے آنسو تُمہاری وجہ سے نہ گرے۔ ورنہ اللہ رب العزت تم کو جنت سے گرا دے گا۔

۱۰۔ باپ کو راضی رکھو۔ تا کہ رب العلمین تم سے راضی ہو۔ ۱۱۔ باپ کی ناراضگی سے بچو۔ ورنہ اللہ تُم سے ناراض ہو جائے گا۔

۱۲۔ والدین کو محبت کی نگاہ سے دیکھو۔ خدا تُمہیں مقبول حج و عمرہ کا ثواب عطا کر دے گا۔

فہرست عنوانات کے صفحہ پر جانے کے لیے کلک کریں۔

اسلامی تہذیب: کل اور آج

مفتي ناصرالدين مظاهري

روئے زمین پر اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس میں ملکی اور قومی وطنیت، ذات اور برادری کی عصبیت، رنگ ونسل کے فرق وامتیاز کو یہ کہہ کر ختم فرمادیا کہ کسی عربی کو عجمی پر، عجمی کو عربی پر گورے کو کالے پر اور کالے کو گورے پر کوئی فضیلت نہیں ہے۔

اسلام کے اس نظریہ کی تاثیر وقوت، زوداثر ودیرپا عظمت کے باعث دنیا کی کایا پلٹ ہوگئی وہ مذاہب جہاں چھوت چھات، ذات پات، رنگ ونسل، برادرانہ امتیازات کی متعصبانہ خلیج حائل تھی انہوں نے جب اسلام کی اس وسعت نظری کو دیکھا تو متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے اور اسلام اپنی مکمل تاثیر وتوقیر کے ساتھ دیگر ادیان ومذاہب اور ان کی تہذیب ومعاشرت میں داخل ہوتا چلا گیا۔

یہ ناقابل انکار حقیقت ہے کہ اگر مسلمان اپنے آپ کو اسلامی قالب میں ڈھال لے، پکا سچا مسلمان ہوجائے، اسلامی احکامات کی تعمیل کرنے لگے تو اس کو دیکھ کر باطل فکر وعقیدہ رکھنے والے بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔

اسلامی تاریخ میں ایسے واقعات کی کبھی کمی نہیں رہی، جہاں اسلام کی خوبیوں اور خصوصیتوں کو دیکھ کر اور ان سے متاثر ہوکر حلقہ بگوش اسلام ہوئے ہیں اور تہذیب ومعاشرت پر ناز کرنے والا یورپ بھی آج ہمارے سامنے ہے جہاں اسلام کے خلاف ہر طرح کے منصوبے وضع ہوتے ہیں لیکن قبول اسلام کے سب سے زیادہ واقعات بھی الحمد للہ وہیں رونما ہورہے ہیں۔

ایک زمانہ تھا کہ مسلمانوں کے پاس غیر مسلم لوگ اپنے اپنے معاملات لے کر آتے تھے، مسلمانوں سے فیصلہ کراتے تھے، مسلمان کا قول فیصل سمجھا جاتا تھا، اس کی قدر ومنزلت کی جاتی تھی جس علاقے اور جس گلی سے مسلمان کا گزر ہوتا تھا

فہرست عنوانات کے صفحہ پر جانے کے لیے کلک کریں۔

تو غیر مسلم احترام میں کھڑے ہو جاتے تھے لیکن...... آج ہماری وہ حیثیت کیوں ختم ہو گئی ہماری افرادی واجتماعی قوت کو زنگ کیوں لگ گیا، ہماری زبان، ہماری معاشرت، ہمارا فکر و عمل اب دوسروں کو کیوں متاثر نہیں کر پاتا ہے، ظاہر ہے اب ہمارا کوئی فکر نہیں ہے، اجتماعی پلیٹ فارم نہیں ہے، اپنا مضبوط یونیفارم ہمارے ہی ہاتھوں ٹوٹ چکا ہے، پر امن قیادت اور سیادت کا رشتہ ہم سے ٹوٹ چکا ہے، نتیجہ ظاہر ہے ہم سمندری جھاگ کے مانند بے حیثیت ہو گئے۔

ماضی میں جس قدر ہماری عزت اور قدر و منزلت تھی، حال میں اس سے کہیں زیادہ ہماری اہانت اور بے عزتی ہو اور مستقبل میں بھی اسلامی تہذیب و معاشرت کے احیاء اور ارتقاء کی راہیں مسدود نظر آتی ہیں۔

اس وقت حکومت وسلطنت سے لیکر مزدوری اور قلی گیری تک ہر پیشہ پر ہندوانہ راج ہے کیونکہ ان کے سروں پر غیر مسلم تاج ہے، نوکری کے حصول میں غیر مسلم کو فوقیت دی جاتی ہے کیونکہ ان کے رہنما اور ملکی سرپرست غیر مسلم ہیں، لیکن مسلمان پھر بھی حالات سے سمجھوتہ کئے ہوئے ہے، ہواؤں کے دوش پر اڑا چلا جا رہا ہے، تنکے کی طرح موجوں کے رحم و کرم پر ہے، سمندری جھاگ کے مانند تیر رہا ہے یعنی مخالف حالات سے ٹکرانے اور ہواؤں کے رخ کو پھیرنے کی طاقت "مسلم" اپنے اندر نہیں پاتا۔

اسلام کی تعلیمات، صفات و خصوصیات جو ہمارا شعار تھیں جن کی خوبیوں سے اغیار قومیں مرعوب ومتاثر ہوتی تھیں لیکن آج رفتہ رفتہ اسلام کی بہترین تعلیمات اور اخلاق وعادات ہم سے دور ہو گئیں، غیروں نے ان کو اختیار کر کے ہمارا منہ چڑایا۔

ہماری مشکلات اور بدتر زندگی کی ذمہ دار حکومت نہیں، وزراء ورؤساء نہیں، ساہوکار اور بنیا نہیں بلکہ ہم خود خاطی اور قصوروار ہیں۔

مولانا احمد سعید دہلوی نے ایک موقع پر فرمایا تھا کہ:

"کفر نے خوان اسلام کی خوشہ چینی کی اور ہم سے بعض دوائر میں آگے نکل گیا، ہم

فہرست عنوانات کے صفحہ پر جانے کے لیے کلک کریں۔

نے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا دین چھوڑا اور عجمی خرافات میں کھو گئے پھر ہم پہ کیا بیتی کہ ہم اسی ساڑھ ستی کا شکار ہو گئے جو ایک قینچی کی طرح ہمارے بال و پر کاٹ چکی ہے، کبھی ہماری پرواز کے لئے بہت سے افق تھے، اب ہم اپنے ہی افق میں پرواز کرنے سے قاصر ہیں"۔

بہت ہی سنجیدگی کے ساتھ غور کیا جائے کہ غیر مسلموں نے ہماری معاشرت کی خوبیوں کو کیوں اپنا لیا؟ اس پہلو پر بھی سوچا جائے کہ ہم نے اپنی قدیم تہذیب و معاشرت سے کنارہ کشی کیوں اختیار کر لی؟

غیر مسلم حضرات گرمیوں میں عام گزر گاہوں، چوراہوں اور پبلک مقامات پر شربت، پانی اور مشروبات کا مفت انتظام کرتے ہیں جب کہ یہ کام خود مسلمانوں کو کرنا چاہیے تھا، غیر مسلم سردیوں میں جگہ جگہ ہاتھ سینکنے کیلئے الاؤ لگاتے ہیں اور ہماری غیرت یہاں تک مردہ ہو گئی کہ اپنے پاس پڑوس والوں کو بھی اپنے الاؤ پر نہیں آنے دیتے، غیر مسلم جب بھی دوکان کھولتا ہے تو سب سے پہلے ہندوانہ عبادت کرتا ہے، پوجا پاٹ کرتا ہے، مورتیوں کے سامنے ہاتھ جوڑ کر ان سے فریاد کرتا ہے۔

مذہبی گیت اور کیرتن سے اپنے دیوتاؤں کو خوش کرتا ہے اور ہم مسلمان ہو کر بھی دوکان کھولتے وقت صرف بسم اللہ الرحمن الرحیم بھی پڑھنا عار محسوس کرتے ہیں، نماز اور تلاوت کا تو کوئی ذکر ہی نہیں ہے، دل ہی دل میں اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنے کی بھی ہمیں فرصت نہیں ہے جب کہ غیر مسلم صبح سویرے اٹھ کر غسل کرتا ہے، مکان کی صفائی پر دھیان دیتا ہے، صبح خیزی اور ہوا خوری کیلئے چہل قدمی اور ورزش کرتا ہے، پارکوں اور کھلے میدانوں میں دوڑ لگاتا ہے، رات کو جلدی سو جاتا ہے اور صبح جلدی بیدار ہو جاتا ہے، مسلمان رات بارہ اور ایک بجے تک سونے کا تصور نہیں کرتا ہے پھر سوتا ہے تو کہاں کی نماز، کہاں کی تلاوت، کہاں صبح خیزی اور کہاں جلدی اٹھنا، دس بارہ بجے دن تک اٹھنا اور عموماً بغیر غسل کے دوکانوں اور کارخانوں کا رخ، غیر مسلم اپنی دوکان اور اپنے دروازے سے کسی فقیر کو نہیں جھڑکتا، خالی ہاتھ نہیں لوٹاتا کچھ نہ کچھ ضرور دیتا ہے۔

مسلمان کچھ دینے کے بجائے رعونت، غرور و تکبر اور بد اخلاقی کا مظاہرہ کرتا ہے، غیر مسلم جانوروں سے بھی پیار کرتا ہے، صبح سویرے کتوں کو روٹیاں کھلاتا ہے، آوارہ پھرنے والی گایوں کو بھی کھلاتا ہے، میدانوں میں دانے اور خشک اناج ڈالتا

فہرست عنوانات کے صفحہ پر جانے کے لیے کلک کریں۔

ہے تا کہ بھوکے پرندے اپنی بھوک مٹا سکیں لیکن ہمارا یہ حال ہے کہ کتوں کے سامنے کچھ ڈالنے کے بجائے پتھر پھینک دیتے ہیں، چڑیوں کو اڑا کر مزہ حاصل کرتے ہیں، کوئی کتا یا بلی اگر بندش میں پڑ جائے تو اس کو اذیت پہنچانے سے نہیں ہچکچاتے، غیر ماکول اللحم پرندوں کو بھی اپنی غلیل کا نشانہ بنا دیتے ہیں حالانکہ ان حرکتوں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔

آج ہر غیر مسلمخوش اخلاقی، تواضع، امانت داری، سچائی، لگن محنت، دلجمعی، پاکی وصفائی وعدہ کا ایفاء، اپنی زبان، تہذیب، ماحول اور خاندانی روایات پر فخر کرتا ہے، مذہبی مقامات کی عظمت اور پنڈتوں اور سادھوؤں سے محبت کرتا ہے اور ہمارا یہ حال ہے کہ خوش اخلاقی کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا، تواضع، امانت داری اور پاکی وصفائی سے کنارہ کشی اختیار کی، جھوٹ، دھوکہ، فریب، ریاکاری، امانت میں خیانت، وعدہ خلافی اور طعن وتشنیع، لڑائی جھگڑا، گالی گلوچ ہمارا شعار بن گیا، جس محلے میں خوب گندگی ہو، خراب سڑکیں ہوں، بدبو ہو، گلی گلی میں چھوٹے بچے کرکٹ اور گلی ڈنڈے کے کھیلوں میں مست ہوں، فوراً یہ تصور ہوتا ہے کہ یہ مسلم محلہ ہے اس کے برخلاف صاف ستھرے محلے، گندگی سے پاک سڑکیں، آلودگی سے محفوظ گلیاں، پارک اور ڈسپلن نظر آئے تو فوراً دماغ میں یہ تصور جاتا ہے کہ یہ غیر مسلم محلہ ہے۔

غیر مسلم اپنے مکان کے سامنے روزانہ پانی کا چھڑکاؤ کرتا ہے، دوکان کے آگے سڑکوں کو پانی سے تر کرتا ہے تا کہ گرد وغبار سے محفوظ رہا جا سکے لیکن مسلمان گرد وغبار میں اٹے ہونے کے باوجود یہ کام نہیں کر سکتا۔

دور حاضر میں جتنے مکروہ کھیل ہیں سب میں مسلمان پیش پیش ہیں حتی کہ مرغ بازی، بٹیر بازی، پتنگ بازی اور جوئے بازی تک میں "خیر امت" کا ایک بڑا طبقہ ملوث نظر آتا ہے۔

مراد آباد شہر میں ایک میدان میں بڑے زور وشور سے پتنگ بازی ہو رہی تھی، بوڑھے، جوان، باپ، بیٹے سب پتنگ بازی میں مصروف تھے، سڑک شہزادہ پر ایک لالہ کا گزر ہوا اس کے ساتھ ایک بچہ بھی تھا، بچہ نے اپنے باپ لالہ سے پتنگ کی خریداری کے لئے دو پیسے مانگے تو لالہ نے برجستہ کہا کہ:

''پتنگ بازی، مرغ بازی، تیتر بازی، بٹیر بازی، کبوتر بازی، جوئے بازی، کافر بازی وغیرہ سب مسلمانوں کے کام ہیں یہ ان کے ذمہ کر دئے گئے ہیں''۔

انہیں یہ کام کرنے دو، تم ان کاموں کو اپنے ذمہ مت لو، ہم لوگ لکھ پتی بننے، قرض دینے، راج کرنے کیلئے پیدا ہوئے ہیں، پیسہ کماؤ تو سیٹھ بنو، لکھ پڑھ جاؤ تو بابو بنو، منصف بنو، جج بنو، کلکٹر بنو، وزیر بنو، آئندہ پتنگ کے لئے پیسے مت مانگنا، نہیں تو مسلمان ہو جائے گا، برباد ہو جائے گا، ہم اب کبھی اس راستہ سے نہیں گزریں گے کیونکہ اس راستہ پر پتنگ باز رہتے ہیں''۔

افسوس کی بات ہے کہ کھیل کی ساری خرافات ہمارے اندر موجود ہیں، کھیل کے معاملہ میں مسلمان نوجوانوں کی چہار سو واہ واہ ہوتی ہے، مسلمان بے دریغ ان فضولیات میں اپنا پیسہ ضائع کرتا ہے، تقریبات اور رسم ورواج کے موقع پر بڑی فضول خرچیاں کرتا ہے، طرح طرح کی بے جا خرافات نے مسلمانوں کو ترقی کے معاملے میں سینکڑوں سال پیچھے ڈھکیل دیا ہے۔

چند سال پہلے اخبارات میں یہ خبر آئی تھی کہ ہندوستان کی ایک فلمی ہیروئن کے ساتھ چائے پینے کیلئے پاکستان کے ایک مسلمان نے اٹھارہ لاکھ روپئے کی بولی لگا کر بازی جیت لی ہے۔

اسی طرح افریقہ کے ایک مسلمان نے اپنی پالتو بلی کی سالگرہ بڑی دھوم دھام سے منا کر ہزاروں ڈالر پانی کی طرح ضائع کر دئے۔

جی ہاں! ایک طرف بھوک اور پیاس سے سسکتے بچے ہیں، جنہیں پیٹ بھر کھانا نصیب نہیں، غریب گھرانوں کی ہزاروں کنواریاں ہیں جن کو جہیز کی وجہ سے شوہر نصیب نہیں، مجبور و تنگدست افراد ہیں جن کو سر چھپانے کیلئے پھونس کے جھونپڑے بھی میسر نہیں، خودکشی کرنے والے مرد وخواتین ہیں جو زمانے کے بے رحم حالات سے مجبور ہو کر موت کے چنگل میں پہنچ گئے اور ایک طرف ہم ہیں کہ ہم اب بھی تعصب، غرور، کینہ، حسد، ریا، گھمنڈ اور نخوت کے پیکر بنے ہوئے ہیں۔

غیر مسلم اپنی تجارت کو فروغ اور دوکان کو ترقی دینے کیلئے آنے والے ہر گراہک سے خوش اخلاقی کے ساتھ پیش آتا

فہرست عنوانات کے صفحہ پر جانے کے لیے کلک کریں۔

ہے ،موسم کے حساب سے چائے اور پانی بھی پیش کرتا ہے ،مسلمان گراہک ہو تو مزید تواضع کا مظاہرہ کرکے دل جیتنے کی کوشش کرتا ہے ،ادھار کی نوبت آئی تو اس میں نہیں ہچکچاتا ہے ،حیلے اور بہانے نہیں تراشتا ہے جب کہ ایک مسلمان دوکاندار کے پاس پہنچ کر دیکھئے،سامان اور سودے کی بات کیجئے، کتنی ہی بڑی رقم کا سودا کیجئے لیکن مسلمان حق ضیافت ادا نہیں کریگا،چائے چھوڑئے پانی تک کو پوچھنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔

غور کیجئے ہم کس مقام پر پہنچ چکے ہیں ،خریدار سے جس رعونت ،سردمہری اور کبرونخوت کے ساتھ ہم پیش آتے ہیں پھر اس کے بعد کبھی بھی بھول کر گراہک ہماری دوکان کی طرف منھ نہیں کرتا کیونکہ ہم نے اخلاق سے دل جیتنے کے بجائے بداخلاقی سے دور کر دیا ہے۔

کسی نے کہا تھا اور سچ کہا تھا کہ اخلاق اور اخلاص دو بھائی تھے ،جن کا انتقال ہو چکا ہے ،جی ہاں !ہمارے اخلاق ،ہمارے اوصاف اور ہماری اچھائیاں برادران وطن نے اپنا کر ترقیات حاصل کرلیں اور ہم ان خامیوں کو اپنا کر پستی میں گر گئے ۔

حضرت تھانویؒ سے ایک غیر مسلم نے بھرپور اخلاق کا مظاہرہ کیا،تواضع سے پیش آیا اور اس کے اخلاق سے حضرت تھانویؒ بھی بہت متاثر ہوئے اور سوچنے لگے کہ اس کے اخلاق وتواضع کی کس انداز میں تعریف اور اس کا شکریہ ادا کیا جائے بالآخر آپ نے اس سے فرمایا کہ "آپ کے اخلاق بالکل مسلمانوں جیسے ہیں"۔

غیر مسلم کو اگر یہ معلوم ہو جائے کہ یہ سامان مسجد ،مدرسہ ،گرجاگھر ،گرودوارہ،صومعہ یا مندر وغیرہ کے لئے خریدا جارہا ہے تو خوب خوب رعایت کرکے سامان دیتا ہے اور ہم بحیثیت مسلمان کوئی کمی اور رعایت نہیں کرتے ، غیر مسلم اپنی عبادت گاہوں اور مندروں سے بہت زیادہ عقیدت رکھتا ہے اور ہمارا یہ حال ہے کہ مسجد کے سامنے سے آتش بازی کرتے ہوئے گذرتے ہیں ،ڈھول ،تماشے اور گانے بجانے میں کوئی جھجک محسوس نہیں کرتے ، نماز ہورہی ہے اور باہر مسلمان بھائی ناچ گانے میں مگن ہے ،مسجد کی تلاش ہورہی ہے کس لئے ؟پیشاب کیلئے !اور اگر مسجد میں پیشاب خانہ نہ ہو تو کہتے ہیں کہ کیا یہ شیعوں کی مسجد ہے ؟

فہرست عنوانات کے صفحہ پر جانے کے لیے کلک کریں۔

چاند گرہن اور سورج گرہن کے موقع پر غیر مسلم غریبوں میں اناج اور غلہ تقسیم کرتا ہے اور ہم ہیں کہ صلوۃ کسوف اور صلوۃ خسوف تو کیا اللہ تعالیٰ سے گڑگڑانا، دعا اور توبہ کرنا بھی عار محسوس کرتے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام طور پر آگ لینے کیلئے پہنچے تو پیمبری مل گئی، سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو نعوذ باللہ قتل کرنے کیلئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ تلوار سونت کر نکلے لیکن مسلمان ہو کر لوٹے، حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ جب تک اسلام میں داخل نہیں ہوئے تھے اس وقت تک ان کی اسلام دشمنی مشہور و معروف تھی لیکن جب اللہ تعالیٰ نے دولت ایمان سے نوازا تو اسلام کے احیا اور احقاق حق اور ابطال باطل کے سلسلے میں انہوں نے مثال قائم فرمادی۔

اسلام کی جن خصوصیات کا ذکر ہمارے بزرگوں نے اپنی کتابوں، تقریروں اور مجلسوں میں فرمایا ہے ان کو پڑھ کر روشن دل اور روشن فکر رکھنے والوں کی آنکھیں خیرہ ہو جاتی ہیں، اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس کے اصول و قوانین فطرت کے عین تقاضوں کی تکمیل کرتے ہیں، اس کے اصول دلوں کو اپیل کرتے ہیں، ممکن ہے انسانی طبائع پر اسلامی قوانین وقتی طور پر گرانبار ہوں، لیکن لوٹ پھر کر انسان اسلامی اصولوں کو ماننے اور تسلیم کرنے پر مجبور نظر آتا ہے۔

یہ سچ ہے کہ دنیا کا آخری مذہب اسلام ہو گا، لیکن فی الوقت ملت اسلامیہ جس راستے پر دوڑ رہی ہے، جن خرافات اور رسومات کی خوگر بن چکی ہے، جن تعیشات اور خرافات میں اپنی دولت کو ضائع کر رہی ہے اور جس رنگین اور سنگین ماحول میں پنپ رہی ہے اسے دیکھ کر شاعر مشرق حضرت علامہ اقبال مرحوم جیسا سنجیدہ شخص بھی یہ کہنے پر مجبور ہوا:

ہاتھ بے جور ہیں، الحاد سے دل خوگر ہیں
امتی باعث رسوائی پیغمبر ہیں
بت شکن اٹھ گئے باقی جو رہے بت گر ہیں
تھا براہیم پدر اور پسر آزر ہیں

ہماری تہذیب اپنا رنگ بدل رہی ہے، بول چال میں یہود وہنود کی زبان بڑی آہستگی کے ساتھ داخل ہو رہی

فہرست عنوانات کے صفحہ پر جانے کے لیے کلک کریں۔

ہے، ہمارے رہن سہن میں یورپی تمدن جھلک رہا ہے، عبادت وریاضت کو بوجھ سمجھ کر اس سے کنارہ کشی اختیار کر لی گئی ہے، اپنی تہذیب سے ہاتھ دھو کر اور اغیار کی تہذیب کو گلے لگا کر ہم خوش ہیں کہ ہم نے بہت بڑی ترقی کر لی ہے، یہود وہنود کے راستوں پر چل کر ہم نے اپنے نفس کو فریب دے دیا کہ ہمارا مزاج سیکولر اور جمہوریت پسند ہو گیا ہے، اغیار کی مجلسوں میں شریک ہو کر ہم سمجھنے لگے کہ ہم سماجی سدھار لا رہے ہیں لیکن اس پہلو پر غور نہیں کیا گیا کہ رفتہ رفتہ، آہستہ آہستہ ہم غافل ہو کر اپنے راستہ سے بھٹک گئے ہیں۔

اپنی تہذیب ومعاشرت سے بغاوت اور کنارہ کشی اختیار کرنے والوں میں پڑھا لکھا طبقہ بھی ہے اور "اونچی سوسائٹی" بھی، وہ لوگ بھی ہیں جن کو اپنے بزرگوں کی ہڈیوں کو بیچ کھانے سے مطلب ہے ان کے طریقوں پر چلنا مقصود نہیں، شاعر مشرق حضرت علامہ اقبال مرحوم نے کس درد کے ساتھ فرمایا تھا۔

یوں تو سید بھی ہو، مرزا بھی ہو، افغان بھی ہو
تم سبھی کچھ ہو بتاؤ کہ مسلمان بھی ہو

ہماری تہذیب میں جن من گھڑت دیومالائی قصے اور کہانیوں نے جگہ بنالی ہے وہاں حقیقت پسندی کا دور دور تک کا واسطہ نہیں ہے، قرآن وحدیث، آثار صحابہ، بزرگوں کے ارشادات، صالحین کے واقعات، برگزیدہ ہستیوں کے قصص وحکایات اور دینی تعلیمات سے دوری نے ہمیں کس حال میں پہنچادیا؟ بزرگوں کی روشن تعلیمات سے روگردانی اور غیر مسلم تہذیب وتمدن سے لو لگانے کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہم کروڑوں اور اربوں میں ہونے کے باوجود تنکوں کے مانند بے سہارا اور پانی کے بلبلوں کے مانند بے حیثیت ہو گئے، دوسری طرف دنیا کی سب سے بڑی اقلیت یہودیوں کی مثال بھی ہمارے سامنے ہے جن کی تعداد پوری دنیا میں صرف ایک کروڑ چالیس لاکھ ہے لیکن یہ کس قدر تعجب کی بات ہے کہ وہ پوری دنیا کے چھ ارب لوگوں کو اپنا فکری غلام بنائے ہوئے ہیں اور گلوبلائزیشن کے نام پر دنیا کی اقتصادی اور دماغی طاقت چند ہاتھوں میں سمٹ کر رہ گئی ہے۔

آج پوری دنیا پر ایک طائرانہ نظر ڈالی جائے تو معلوم ہو گا کہ یہودیوں کو اپنے قومی نشان "صلیب" پر ناز ہے، بودھ

فہرست عنوانات کے صفحہ پر جانے کے لیے کلک کریں۔

دھرم کو اپنے لباس پر، غیر مسلموں کو اپنی تہذیب پر سکھوں کو اپنی ''پگڑی'' پر فخر ہے۔ چنانچہ حکومت نے دو پہیہ والی گاڑی کے ڈرائیوروں کے لئے جب ہیلمٹ ضروری قرار دیا تو سکھوں کو اس قانون سے مستثنٰی رکھا گیا کیونکہ اس سے ان کی پگڑی کا تقدس مجروح ہوتا تھا۔ اور ایک ہم ہیں ہمارا کوئی قومی لباس اور شعار نہیں رہا، لباس انگریزی، بال انگریزی، بول چال انگریزی، نشست وبرخاست انگریزی اور کمال تو یہ ہے داڑھی جو ہمارا قومی اور مذہبی شعار تھا اس سے بھی کنارہ کشی اختیار کی ،اس کا مذاق اڑایا، ترقی کی راہ میں حارج قرار دیا حالانکہ سکھوں کی مثال ہمارے سامنے ہے پوری دنیا میں سکھ اپنی پگڑی اور داڑھی سے پہچانا جاتا ہے، لیکن ہمارا چونکہ کوئی شعار نہیں رہا، کوئی قومی لباس نہیں رہا اس لئے ہم بے حیثیت ہوگئے، نتیجہ ظاہر ہے کہ دنیا کی دوسری طاقت ہونے کے باوجود ہماری کوئی شناخت نہیں بن سکی۔

یہ کس قدر ستم ظریفی کی بات ہے کہ وہ قوم جس نے اپنے کردار کی بلندی اور اقوال وافعال کی پاکیزگی سے دنیا کو مرعوب ومتاثر کیا تھا آج خود دوسروں سے مرعوب ومتاثر ہورہی ہے، حالانکہ کل تک کفر نے خوانِ اسلام کی خوشہ چینی کی تھی اور آج ہم کفر سے استفادہ کرنے پر مجبور ہوگئے، ہمیں یہ معلوم ہے کہ کافروں کی تہذیب ومعاشرت کو اپنانا اور ان کے طریقوں سے محبت کرنا ہماری ایمانی کمزوری ہے لیکن اس کے باوجود نتائج سے بے پرواہ ہوکر، آنکھیں بند کرکے ہم کفر کی راہوں پر دوڑ رہے ہیں اور پھر شکوہ کرتے ہیں کہ مسلمانوں پر ظلم ہورہا ہے، مسلمانوں کی شناخت ختم کی جارہی ہے؟ حضرت مولانا سید عبد الوہاب شاہ بخاری مدظلہ کا مقولہ ہے کہ

''(ہم) کافروں سے نفرت کرتے ہیں ان کی تہذیب سے محبت کرتے ہیں ،مسلمانوں سے محبت کرتے ہیں ان کی تہذیب سے نفرت کرتے ہیں، پہلے زمانے میں کافر مسلمانوں سے ڈرتے تھے، اب مسلمان کافروں سے ڈرتے ہیں، پہلے کافر چاہتے تھے کہ ہم مسلمان ہوجائیں اب مسلمان چاہتے ہیں کہ ہم کافروں جیسے ہوجائیں''۔

ہمارا معاشرہ فرسودہ خیالات، توہمات، باطل افکار ونظریات، موہوم تخیلات اور مضحکہ خیز رسوم وبدعات کے درمیان

فہرست عنوانات کے صفحہ پر جانے کے لیے کلک کریں۔

پھنس کر رہ گیا ہے، جاہلیت اور جہالت، پرانی اقدار سے انحراف وبغاوت، خاندانی رسومات پر عمل، انانیت اور خود فریبی کے باعث اسلام اپنی مکمل شان وشوکت کیساتھ جلوہ فگن نہیں ہوپارہا ہے، ہمارے تمدن میں شیعیت کی بھرمار ہے تو ہندوانی رسم ورواج کی کثرت، جہالت آمیز واہیات وخرافات ہیں تو بدعت وضلالت کے نت نئے چہرے، ان وجوہ کے باعث اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد روزبروز گھٹتی جارہی ہے۔ ہم مسلمان ہونے کا دعویٰ بھی کرتے ہیں اور باطل نظریات پر یقین بھی رکھتے ہیں، یہ تضاد ہماری زندگیوں میں کیونکر داخل ہوا؟

ماراحال یہ ہے کہ اگر بلی راستہ سے گزر جائے تو اس سے برا فال لیتے ہیں، صبح سویرے ادھار دینے کو معیوب تصور کرتے ہیں، تعزیہ کو مختار کل سمجھ کر اس کے آگے سر کو خم کرتے اور ہاتھ جوڑتے ہیں، بدھ کے دن کو منحوس سمجھتے ہیں، مُردوں کو خوش کرنے کیلئے کھانا پکا کر غربا میں تقسیم کرتے ہیں، شب برات میں اپنے گھروں کو سجاتے اور لیپتے ہیں، برتنوں کا تبادلہ کرتے ہیں، قبروں پر چڑھاوا چڑھاتے اور مزارات پر نذرونیاز کرتے ہیں ان کو حاجت روا اور مشکل کشا سمجھتے ہیں، زچگی کی حالت میں مرنے والی عورت کو بھوتنی اور چڑیل سمجھتے ہیں حالانکہ ایسی عورت کو اسلام میں شہید بتایا گیا ہے، بیوہ کے نکاح کو معیوب سمجھنا اور شوہر کے انتقال پر بیوی کا اپنی چوڑیاں توڑ ڈالنا اور اس قسم کی مختلف خرافات نے ہمارے معاشرے میں جگہ بنالی ہے۔

اس کے علاوہ دسویں محرم الحرام کو بعض مدارس میں چھٹی کردی جاتی ہے جو اہل تشیع سے تشبہ کے باعث ممنوع قرار دیا گیا، شیعہ لوگ تو اس دن اپنے رسم ورواج کو پوری سختی کے ساتھ عمل میں لاتے ہیں اور ہم اپنے مدارس میں تعطیل کرکے یا تو بیکار بیٹھے رہتے ہیں یا تماش بین بنکر ایسی جگہوں پر جاکر ان کے جلوس کی رونق بڑھاتے ہیں حالانکہ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ من کثر سواد قوم فھو منھم جس نے کسی قوم کی رونق کو بڑھایا وہ انھیں میں سے ہے اس لئے کہ جس طرح عبادت کو دیکھنا عبادت ہوتا ہے اسی طرح گناہوں کو دیکھنا بھی گناہ ہے اور جس مقام پر غضب الٰہی نازل ہو وہاں پر جانا مزید گناہ کا موجب ہے۔

حدیث شریف میں ہے من تشبّہ بقوم فھو منھم جس نے کسی قوم کے ساتھ مشابہت اختیار کی وہ انھیں میں سے ہے

فہرست عنوانات کے صفحہ پر جانے کے لیے کلک کریں۔

اس لئے کسی کے لحاظ میں دوستی میں، سیاسی اور سماجی تناظر میں بھی ایسی مبغوض جگہوں پر جانا ممنوع قرار دیا گیا ہے۔

حضرت تھانویؒ نے مسلمانوں کے اندر رائج بدعات ورسومات پر دو مستقل کتابیں "اغلاط العوام" اور "اصلاح الرسوم" تصنیف فرمائی ہیں جن کا مطالعہ ہر صاحب ایمان کے لئے ضروری ہے۔

حضرت تھانویؒ نے لکھا ہے کہ ہولی کے دن ایک نیک شخص کہیں جارہا تھا اس نے راستہ میں ایک گدھے پر یہ کہہ کر پان کی پیک تھوک دی کہ تجھے کسی نے نہیں رنگا؟ میں رنگے دیتا ہوں! مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اسی بات پر گرفت فرمائی کہ تونے ہمارے دشمنوں کے ساتھ مشابہت اختیار کی تھی لہذا جہاں وہ ہیں وہیں تم بھی جاؤ، چنانچہ اس ادنیٰ مشابہت کے باعث عذابِ جہنم میں گرفتار ہوا۔

حضرت مولانا مفتی مہربان علی رحمۃ اللہ علیہ (خلیفہ حضرت فقیہ الاسلام مولانا مفتی مظفر حسین نور اللہ مرقدہ) نے لکھا ہے کہ

"ہمارے ہند وپاک میں کچھ اس قسم کے مسائل ذہنوں میں سمائے ہوئے ہیں، جن کا شریعت مطہرہ سے کوئی سروکار نہیں ہے............ بعض دفعہ ایمان کی ٹھوس اور مستحکم عقیدے کے ساتھ خود اسی کی جڑوں میں غلط عقائد نشوونما پاتے رہتے ہیں اس کا سبب کہیں لاعلمی اور کہیں کم فہمی اور کہیں غلط رہبری ہے"

ضرورت اس بات کی ہے ہر مسلمان اپنی ذاتی زندگی سے لے کر خانگی اور معاشرتی زندگی تک اپنے آپ کو شریعت اسلامیہ کے وضع کردہ اصولوں کے مطابق ڈھالے اور شرعی قوانین کے مطابق اپنی زندگیوں کو سنوارے اور سدھارے کہ

کافر کی یہ پہچان ہے کہ آفاق میں گم ہے
مومن کی یہ پہچان کہ گم اس میں ہیں آفاق



فہرست عنوانات کے صفحہ پر جانے کے لیے کلک کریں۔

ایمان

مولانا عادل ایوب صاحب

امام غزالیؒ نے اپنی کتاب ''فیصل التفرقۃ فی الاسلام والزندقۃ'' میں لکھاہے کہ ''ایمان کے تین اصول ہیں:

۱۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان

۲۔ اسکے رسولوں پر ایمان

۳۔ اور قیامت پر ایمان۔

ان کے علاوہ باقی سب انکی فروع ہیں۔ (ایمان وکفر قرآن کی روشنی میں / مفتی شفیع عثمانیؒ: ۲۰)

اسلام اور ایمان میں فرق

مفتی شفیع عثمانیؒ اپنی کتاب ''ایمان اور کفر قرآن کی روشنی میں'' پر لکھتے ہیں کہ ''لغۃً ایمان تصدیق قلبی کا نام ہے اور اسلام اطاعت اور فرمانبر داری کا، ایمان کا محل قلب ہے اور اسلام کا محل اعضاء وجوارح ہیں، لیکن شرعاً ایمان بغیر اسلام کے اور اسلام بغیر ایمان کے معتبر نہیں، یعنی اللہ اور اسکے رسول کی محض دل میں تصدیق کر لینا شرعاً اس وقت تک متعبر نہیں جب تک زبان سے اس تصدیق کا اظہار اور اطاعت وفرمانبر داری کا اقرار نہ کرے اور اطاعت وفرمانبر داری کا اقرار اس وقت تک معتبر نہیں جب تک اسکے ساتھ دل میں اللہ اور اسکے رسول کی تصدیق نہ ہو۔

الغرض لغوی مفہوم کے اعتبار سے ایمان واسلام الگ الگ مفہوم رکھتے ہیں اور قرآن وحدیث میں اسی لغوی مفہوم کی بناپر ایمان واسلام میں اختلاف کا ذکر بھی ہے، لیکن خود قرآن وحدیث کی ہی تصریحات سے یہ بھی معلوم ہوتاہے کہ شرعاً کوئی ایمان بغیر اسلام کے یا اسلام بغیر ایمان کے معتبر نہیں ہے، اسی مضمون کو حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے اس طرح بیان

فرمایا ہے کہ ایمان واسلام کی مسافت تو ایک ہے فرق مبدأ اور منتہی میں ہے ایمان قلب سے شروع ہوتا ہے اور ظاہر پر منتہی ہوتا ہے اور اسلام ظاہر سے شروع ہوتا ہے اور قلب پر منتہی ہوتا ہے، اگر قلبی تصدیق، ظاہری اقرار وغیر تک نہ پہنچے تو وہ تصدیق ایمان متعبر نہیں اسی طرح ظاہری اقرار واطاعت اگر تصدیق قلبی تک نہ پہنچے تو وہ اسلام معتبر نہیں۔

ایمان واسلام کے اسی تلازم کو امام تاج الدین سبکی اپنے الفاظ میں یوں بیان فرماتے ہیں:

''الاسلام موضوع للانقیاد الظاھر مشروطاً فیہ الایمان، والایمان موضوع للتصدیق الباطن مشروطا فیہ القول عند الإمکان''(فتح الملھم:۱۵۱/۱)

اور علامہ ابن الھمام اپنی کتاب ''مسامرۃ''(۱۸۶/۲)میں فرماتے ہیں **''وقد اتفق أھل الحق وھم فریقا الأشاعرۃ والحنفیۃ علی تلازم الایمان والاسلام بمعنی أنہ لا إیمان یعتبر بلا إسلام ، وعکسہ أی: لا إسلام یعتبر بدون إیمان، فلا ینفک أحدھما عن الآخر''**۔(ایمان اور کفر قرآن کی روشنی میں / مفتی شفیع عثمانیؒ: ۲۴)۔۔(جاری)